فلسفہ تخلیقِ کائنات

علامہ محمد یوسف جبریل

oqasa publicati...

... جبریل مین بازار نواب آباد واہ کینٹ ضلع
راولپنڈی

29
23
89

Marfat.com

Marfat.com

فلسفہء تخلیق کائنات

علامہ محمد یوسف جبریل

اوکاسا

پبلیکیشنز

Marfat.com

297.11
231 ج

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں ۸۹۴۴۰

نام کتاب: فلسفہ تخلیق کائنات (سر جیمز جینز، فلسفہ تخلیق کائنات اور قرآن حکیم)

مصنف: علامہ محمد یوسف جبریل

اشاعت ایک ہزار اشاعت سال ۲۰۰۵

پبلشرز: اوکاسا پبلیکیشنز، ادارہ افکار جبریل مین بازار نواب آباد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

کمپوزنگ ۔ ملک محمد آصف اعوان، شوکت محمود اعوان

ٹائٹل پیج رضوان یوسف اعوان، بی ایس سی، (ویب پیج تخلیکار)

معاون خصوصی اکرام اللہ، حاجی محمد اقبال (انوار چوک) خوشی محمد غوثیہ بک سنٹر نواب آباد، عنایت اللہ، اشعر اقبال، ملک آفتاب اعوان حسن ابدال، سید پیر معروف شاہ علوی انگلینڈ، سید رضا حسین شاہ گجرات، سید زین العابدین علوی، ملک منظور اعوان ٹھٹہ، ڈاکٹر محمد رفیق اعوان، مقصود ایوب پرنسپل سلیمانیہ اسلامک سنٹر نواب آباد، شاکر کنڈان، حاجی محمد افضل اعوان لاہور، افتخار حیدر ملک، افق دہلوی، امتیاز عارف، حاجی سلیمان اعوان فتح جنگ، زہیر حسین منتظر تلہ گنگ، ملک محمد نواز بولیانوالی، یعقوب اعوان سنگولہ، ملک ذاکر حسین ایڈوکیٹ سیالکوٹ، محمد جہانگیر اعوان سیالکوٹ ۔ فرحان یوسف اعوان، مبین چوہدری، فیضان بھائی، سرور اعوان نوشہرہ وادی سون سکیسر

پرنٹر: اسد محمود پرنٹنگ پریس گوالمنڈی راولپنڈی۔

ملنے کا پتہ: (۱)۔ غوثیہ کتب خانہ، مین بازار نواب آباد واہ کینٹ (۲) عنایت اللہ گلوبل ریسرچ سنٹر آئی ایس ایم انٹرنیشنل پبلک سکول، گولڑہ موڑ، شمس کالونی، راولپنڈی 051-5460142

More distribution centres are required .Please contact .

Telephone No. 03009847582

www.oqasaorg.tk and oqasaorg@gmail.com

قیمت Rs. 50/-

فہرست مضامین

پیش لفظ

باب اول

سائنس پر مبنی لادینی فلسفہ

باب دوم

سائنس کی محدود روشنی میں اٹھنے والا امکانی فلسفہ

باب سوم

سائنس کے فلسفے کے مقابلے میں قرانی فلسفہ

باب چہارم

خوفزدہ سائنسی فلسفی اور قران حکیم کے دلاسے

باب پنجم

قران حکیم کی معجزانہ پیش بینی کی چند حیران کن جھلکیاں

Marfat.com

پیش لفظ

سر جیمز جینز کا پایہ بحیثیت ایک عظیم سائنس دان اور بالخصوص ایک قلمکار سائنس دان کی حیثیت میں مسلمہ ہے۔ اس نے نہایت چابکدستی سے یہ جائزہ لیا ہے۔ کہ سائنس کہاں تک انسان کے ان سوالوں کا جواب دے سکتی ہے۔ جو روز اول سے اس کے دل میں ایک خلش پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مثلاً اس کائنات کی تخلیق کا مقصود، انسانی تخلیق کا مقصود، اس زندگی کا انجام؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سر جیمز جینز کے پایہ کے دماغ ہی کا حصہ ہے۔ کہ سائنس کی اہلیت کو واشگاف کر کے رکھ دیا ہے۔ جو کہ حد درجہ مایوس کن ہے۔ سائنس ان میں کسی ایک بھی سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ اور توقع یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ہی قاصر رہیگی۔ البتہ اس کوشش میں سائنس دان کے الحادی رجحانات بھی کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ ہر مقام پر الہامی دین کے عقائید سے قطعی اختلاف واضح رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج بیسویں صدی کا سائنس دان بھی چوتھی صدی مسیح میں نمودار ہونے والے اثا مزم کے لادین فلسفے کی عینک سے ہر معاملے کو دیکھتا ہے۔ ہم نے قران حکیم سے اس معاملے میں آگہی چاہی ہے۔ اور اللہ تعالی جانتا ہے۔ اور جیسا کہ آپ بھی اس کتاب کو پڑھ کر دیکھ لیں گے۔ کہ قران حکیم اپنے اندر علم کی ایک کائنات سمیٹے ہوئے ہے۔ اور یہ تعریف بھی کافی معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ قران حکیم معجزوں کی ایک دنیا اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اور بالآخر اس کتاب میں آپ سائنس دان کو قران حکیم کے سامنے سر تسلیم خم دیکھیں گے۔

علامہ یوسف جبریل

ملک آباد نواب آباد، واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

Marfat.com

حضرت علامہ محمد یوسف جبریل۔تعارف

آپ علاقہ وادی سون سکیسر خوشاب کے مشہور گولڑہ اعوان خاندان میں پیدا ہوئے۔جو نسل در نسل رئیسوں کا خاندان تھا۔برصغیر پاک و ہند میں اسلام پھیلانے کا سہرا اسی خاندانکے سر ہے۔آپ علوم تصوف پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔اور بہت بڑے مناظر بھی ہیں۔ایک جرمن سکالرمس اینی میری شمل سے آپ نے قران حکیم ایک الہامی کتاب کے حوالے سے مناظرہ کیا۔اوران کوراہ راست پر لایا۔وہ شکست کھا گئی۔آخر میں اسلام قبول کرلیا۔ضلع خوشاب کی مایہ ناز علمی اور سماجی شخصیت علامہ یوسف جبریل ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک ،ایک عظیم فلسفی،ایک فرید المرتبہ مفسر قران، ایک شعلہ بیان مقرر، ہونے کے علاوہ ایک اسلامی درد رکھنے والے حقیقت طراز شاعر بھی ہیں۔ عزم واستقلال کی اس چٹان اور ہمت کے اس پہاڑ کو کوئی مشکل،کوئی مصیبت کوئی ابتلاء اپنے عزم صمیم سے باز نہ رکھ سکی۔گمنامی پسند،بوریانشین،اس مجمع کمالات کو حضرت قائداعظمؒ کے ساتھ ایک نہایت مشکل وقت میں جب کہ وہ ہندوستان کو چھوڑ رہے تھے،ایک یادگاری ملاقات کا شرف حاصل ہے۔آپ ۱۷فروری ۱۹۱۷ء میں وادی سون سکیسر کے ایک گاؤں کھبکی میں ایک متوسط خاندان میں پیدا ہوئے۔تمام عمر ذاتی مطالعہ میں مصروف رہے۔چودہ جلدوں کے قریب قران حکیم کے ایک نقطہ حطمہ پر تحریر کیں۔جو کہ قران حکیم کے ایک لفظ کی تفسیر ہیں۔آپ اردو، انگریزی،عربی، فارسی زبان پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔فلسفہ،تفسیر، جدید سائنس،اور تقابلی جائزہ ادیان پر گہرا مطالعہ ہے۔حضرت علامہ صاحب تاریخ اعوانان پر مکمل مہارت اور عبور رکھتے ہیں۔علامہ صاحب نے سون سکیسر کے اولیاء کرام کے حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔آپ ایک عظیم سائنس دان بھی ہیں۔جنہوں نے نیوکلیر سائنس ،فلسفیاتی سائنس،طبیعاتی سائنس ،اور قرانی سائنس پر بے شمار مضامین شائع کیے۔دنیائے انسانیت کو ایٹمی جہنم کی تباہی سے آگاہی دی۔اور بالخصوص یورپ کے بیشمار سائنس دانوں کو قرانی روشنی سے آگاہ کیا۔الحمد للہ۔برٹرینڈ رسل جیسی عظیم علمی شخصیات کو بھی ایٹمی سائنس کے حوالے سے قران حکیم کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔آپ کے کمالات کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔علوم باطنی کی وہ جامع شخصیت ہیں۔آپ سے

Marfat.com

ملنے کے بعد محسوس ہوتا ہے۔ کہ آپ اس دور میں رئیس الکاشفین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ علوم باطنی اور علوم ظاہری پر مکمل کنٹرول رکھتے ہیں۔ آپ نے زندگی میں بے شمار مناظرے کئے۔ اور غیر مسلم علمی شخصیات کو اسلام کی آگاہی دی۔ اپنے دور میں انہوں نے بڑے بڑے مناظر حضرات سے مناظرے کئے۔ آپ کو بے شمار روحانی معارف حاصل ہیں۔ اور جس کو یہ حاصل ہوں وہ بڑے سے بڑے مرکبات کو تسخیر کر سکتا ہے۔ یہ حاصل ہوں تو وہ علوم برزخیہ میں سیر حاصل ہوتا ہے۔ اور تصوف کے تمام مقامات اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ علوم و معارف مقام عبادت سے دور ترین مقامات پر متعین ہیں۔ اور وہ ہر وقت کلمہ طیب، اسم مجسم کے سایہ میں ہوتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ بالا تمام علوم و معارف پر آپ کو مکمل عبور حاصل ہے۔ اور ہزاروں عارفوں میں سے کسی ایک آدھ عارف کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ جو نہایت ہی عزیز الوجود ہوتا ہے۔ جس سے ایک عالم سیراب ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں شائع ہونے والی اکثر و بیشتر تفسیرات اس معاملے میں ظاہر کرتی ہیں کہ قران حکیم ایک ایسی کتاب ہے جس کی بنیاد مادہ پرستی پر ہے۔ ان میں سے بعض تفسیریں یہاں تک کہتی ہیں کہ قران حکیم کا مطمح نظر اور منتہائے مقصود ہی یہی سائنسی ترقی ہے۔ اس طرح تو ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے اسلاف قرانی تعلیمات سے غافل رہے۔ اور یورپ والوں نے ہی قران حکیم کی حقیقت کو سمجھا۔ اور اب ضروری ہے کہ مسلمان اس نقصان عظیم کی تلافی مافات کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔ اور اس کمی کو پورا کر کے ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش ہو جائیں۔ اور یہی خیال آج اس امت مسلمہ کے ہر فرد کا ہے۔ بجز ایک انسان کے۔ اور وہ ہیں علامہ یوسف جبریل۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ اس ترقی کا انجام ایٹمی تباہی ہے۔ لہذا ایٹمی جہنم بیکنی فلسفے کا منطقی انجام ہے۔ اور بیکنی فلسفہ قرانی فلسفے کی عین ضد ہے۔ اس موضوع پر علامہ صاحب نے تفصیل سے لکھا ہے۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مسلمان سائنس کے سلسلے میں جن غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ لوگ خوش قسمت اور خوش نصیب ہیں۔ جو ایسے عظیم المرتبہ بزرگ سے علمی فیض حاصل کر رہے ہیں۔

سید زین العابدین علوی، کری روڈ راولپنڈی

Marfat.com

پہلا باب:-

سائنس پر مبنی لادینی فلسفہ:-

ہم یہ بات دلی افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ سائنس کو بھی لادینیت کی حمائت میں گھسیٹ لیا گیا ہے۔ ہم یہاں اس بات کا فیصلہ کرنے نہیں بیٹھے ہیں۔ ہم نہ تو یہاں اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کے اوائل میں جو سائنس اور دین کی چپقلش چلی۔ اُس میں کلیسا کے جوروستم کا حصہ کس قدر ہے؟ اور نہ ہی ہم سائنس کے پیروکاروں کی مذہب دشمنی کے جواز و عدمِ جواز کی تاویل کرنے کا ہی ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ موضوع نہائت باریک ہے۔ اور مکمل تحقیقات کا متقاضی ہے۔ اور ہماری اس کتاب میں ایسے طویل و دقیق موضوع کے لئے گنجائش نہیں۔ البتہ موضوع کی افادیت مُسلم اس لئے ہے کہ اس میں چند لابدی اور مہتمم بالشان سبق پوشیدہ ہیں۔ یہاں ہم صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کریں گے ۔کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی ابتدا میں مذہب اور سائنس کی یہ خصومت یورپ ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے ایک افسوس ناک امر ثابت ہوئی ہے۔ خواہ اُس کی وجوہات کچھ بھی ہوں۔ اور اس ساری بحث کی منزلوں کو چھوڑتے ہوئے ہم فی الفور وہاں پہنچتے ہیں ۔جہاں ہم دفعتہً یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ قصہ مختصر، گلیلیو کی فلکیات سے ڈارون کی حیاتیات تک۔ اور نیوٹن کی کشش ثقل سے آئن سٹن کے نظریۂ اضافیت تک ۔کوئی بھی سائنسی انکشاف ایسا نہیں ہوا۔ جو مذہب اور سائنس کے درمیان ایک خوفناک تنازعے کا موجب نہ بنا ہو۔ جوں جوں

Marfat.com

سائنس کے انکشافات بڑھتے گئے ۔ تو سائنس کے بعض پیروکاروں نے سائنس کے انکشافات پر ایک ایسا فلسفہ مبنی کرنا شروع کر دیا۔ جو مذہب کے ہر ہر عقیدے سے اساسی طور پر متضاد تھا۔ البتہ اس فلسفے نے ہمیں ایک ایسے فلسفے سے ضرور روشناس کرا دیا ہے۔ جو ایک ایسے دور کے رجحانات کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ جس میں حتیٰ کہ بعض سائنسی ذہن خود سائنس کے انکشافات کی روشنی میں مذہبی عقائد کی نفی کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسے فلسفے کی خوبی کو ہم اس کتاب میں کسی دوسری جگہ پر قران حکیم کی کسوٹی پر پرکھیں گے۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ یہاں سائنس اور کلیسا کی چپقلش کے بارے میں کچھ کہنے کا ارادہ نہیں۔ البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ سائنس کے پیروکار اس قابل ہو چکے تھے کہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر سکتے۔ تو اُن کو یہ چاہیے تھا کہ اُن کی دانست میں کلیسا جن کمزوریوں یا غلط کاریوں کا شکار ہو چکا تھا۔ اُن کو درست کرنے اور مذہب کی اصلاح کرنے کے درپئے ہوتے ۔لیکن اُن سب نے نہیں تو بعض نے انسانیت کی کُلی نجات مذہب کی شمع گُل کرنے میں سمجھی۔ لیکن اس طرح وہ ایک ایسی عظیم غلطی کے مرتکب ہوئے جس نے سائنس کومذہب کی غیر موجودگی میں ساری دنیا کے لئے اور خود اُن کے اپنے لئے تباہی کی ایک خوفناک علامت میں تبدیل کر دیا۔ مادی ترقی کا مقصد ضرور کسی حد تک اُنہوں نے حاصل کر لیا ہے۔ لیکن افسوس کہ کس انجام کے لئے۔ قصاب نے اگر بھیڑوں کو موٹا کر دیا تو کیا حاصل کہ زود یا بدیر وہ اُن کے

Marfat.com

گلے پر چھری پھیر دے گا:۔

اگر قصاب نے تم کو کیا موٹا، تو کیا حاصل
کہ ظالم ایک دن آخر ذبح کر کے ہی دم لے گا
تمھیں سائنس نے دے رکھی ہیں کچھ آسانیاں لیکن
نہ بھولو اس کا بدلہ ایک دن ایٹم کا بم لے گا
حقیقت ایٹمی بم کی تمھیں معلوم تب ہو گی
فلک پر جس گھڑی اژدر یہ اُٹھ کر پیچ و خم لے گا
اگر قصاب نے تم کو کیا موٹا، تو کیا حاصل
کہ ظالم ایک دن تم کو ذبح کر کے ہی دم لے گا

مگر چھوڑیئے۔ آیئے آگے چلیے۔ شعر و شاعری کی فرصتیں ختم ہوئیں۔ اب سائنس دان کے غیر سائنسی فلسفے کی بات کریں:۔

آ کہ اب شب کے اندھیروں کی کوئی بات کہیں
صبح دنیا کو ستاروں سے تہی رات کہیں

اپنے انداز میں نہایت دلچسپ ہے وہ فلسفہ جو سائنس دانوں کے ایک گروہ نے سائنس کے انکشافات پر مبنی کیا ہے۔ مگر جوشِ جنوں میں سائنس کے ثابت شدہ حقائق کے ساتھ محض ظنی اور قیاسی باتوں سے بھی نتائج اخذ کرنے سے اعتراض نہیں کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ فلسفے کے نام پر اور لاریب بڑے دلچسپ انداز میں مذہب، فلسفہ، منطق، دلیل حتیٰ کہ سائنس کے قتل عام سے بھی گریز نہیں کیا۔ تاہم

Marfat.com

ان ساری باتوں کے باوجود سب سے بڑی خدمت جو اس ضمن میں وہ ساری انسانیت کی کر گئے ہیں ۔ وہ یہ ہے کہ اُنہوں نے برملا اور واشگاف الفاظ میں سائنس کی موجودہ علمی حالت کی بے مائیگی۔ ناپختگی ۔ اور کوہتاہی کو طشت از بام کیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس سے عوام الناس ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے مدعیانِ، علم و فضل نابلد تھے۔ یہ بات اُن لوگوں کا ذہن درست کرنے کے لئے بے حد سود مند ثابت ہو گی۔ جنہوں نے سائنس کی مادی ایجادات سے مرعوب ہو کر سائنس کی بات کو "آیت من آیات اللہ" کا مرتبہ دینا شروع کر دیا تھا۔ سائنس ابھی تک الف بے پڑھ رہی ہے۔ منزل ابھی بہت دور ہے۔ میں کہتا ہوں ۔ سائنس اپنی ساری محیر العقول ایجادوں کے باوجود کائنات کی حقیقت کے سکول میں صرف کچی پہلی میں ح زبر ی ے۔ ر زبر ت (حیرت) کو رٹ رہی ہے۔ اور یہ رٹا لگاتے وقت ساتھ ساتھ زبان کو بھی نکالتی ہے۔ آنکھوں کو پھیلاتی ہے۔ اور سر کو بھی ایک جانب جھکاتی ہے۔ اور اسے پرنسپل بننے کے لئے اربوں سالوں کی زندگی اور مسلسل محنت کی ضرورت ہو گی۔ اور جو لوگ میری اس رائے سے اتفاق نہیں کریں گے۔ یہ اُن کی کم علمی کی واضح ترین دلیل گردانی جائے گی۔ کیونکہ یہی رائے دنیا کے سب سے بڑے اور اصلی سائنس دانوں کی ہے۔ البتہ ہم غیر سائنسی سائنس دانوں کے اس فلسفی گروہ کے جنہوں نے یہ نیا فلسفہ (جو زیر بحث ہے) دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ نہائت ہی ممنون ہیں۔ اور تہہ دل سے مشکور ہیں۔ گھر

Marfat.com

کے ان بھیدیوں نے لنکا ڈھا دی ہے۔

اس فلسفے کے بنیادی رجحانات کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) سائنس نے انکشاف کیا ہے کہ یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں۔ بہت چھوٹی ہے۔ کائنات کے سارے مادی عنصر کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرے کے ایک خوردبینی ٹکڑے کے برابر ہے۔ اس حقیقت سے (جو جہاں تک مادی موازنے کا تعلق ہے۔ واقعی ایک حقیقت ہے) غیر سائنسی فلسفی نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ اتنی بڑی کائنات کے اتنے عظیم خالق کے لئے اس اتنی حقیر زمین یا اس پر ہونے والی زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ ایسے خالق کی دلچسپی کہیں اور کھڑی ہے۔ اور چونکہ اُسے شبہ ہے۔ کہ زندگی جیسی کہ ہم زمین پر موجود پاتے ہیں۔ صرف زمین جیسے سیارے میں ہی وجود پذیر ہو سکتی ہے۔ لہذا ایسی زندگی انتہائی کم مائیگی کی وجہ سے کوئی ثانوی، کوئی نہایت ہی غیر اہم پیداوار ہی ہو سکتی ہے۔ لہذا اس ضمن میں کسی قسم کی خدائی منصوبہ بندی یا پلان یا مقصود یا قیامت یا جزا و سزا ناقابلِ تصور باتیں ہیں۔ اور چونکہ سائنس ابھی تک انسانی زندگی کے مقصود کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرے۔ اور انسان کے مستقبل کی تقدیر کے بارے میں کچھ کہنے سے قطعی طور پر عجز کا اقرار اپنی خموشی کی وجہ سے کر رہی ہے۔ لہذا غیر سائنسی فلسفی کے حصے میں اس معاملے میں حیرت کے سوا کچھ نہیں آیا۔ جس کا اُس نے برملا اعتراف کیا ہے۔

(۲) سائنس نے معلوم کیا ہے کہ زندہ اجسام میں ایٹم ایک خاص ترکیب میں اور

Marfat.com

ترتیب میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ایک بندر لکھو کھا سال تک مت
ٹائپ کرتے کرتے کسی نہ کسی روز اتفاق سے شکسپیئر کا کوئی نغمہ ٹائپ کر سکتا ۔
لہذا یقیناً ایٹم بھی کبھی نہ کبھی محض اتفاق سے اپنے آپ کو ایسی ہی ترتیب سے ج
سکتے ہیں۔ جیسی ترتیب سے وہ زندہ اجسام کے خلیوں میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں
لہذا زندگی کی ابتداء بھی حادثاتی نوعیت اور اتفاق کے اندھے کھیل کی پیداوار
سکتی ہے۔ اور اس طرح الہیٰ منصوبے یا پلان ، ترتیب، مقصود ، قیامت اور جزا
سزا کا امکان باقی نہیں رہتا۔

(۳) سائنس نے طبیعاتی ، اور فلکیاتی اصولوں کی روشنی میں یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ بالآخ
زندگی کو زمین سے ناپید ہو جانا چاہئیے۔ لیکن اس زندگی کے ایک بار خاتمے کے بع
دوبارہ زندگی کے پیدا ہونے کے امکان کے بارے میں سائنس کی لاعلمی کے سبب
غیر سائنسی فلسفی کے لئے یہ باور کر لینا لازم ہو گیا ہے۔ کہ اس ختم شدہ زندگی ک
دوبارہ زندہ ہونا یعنی قیامت ایک ناممکن امر ہے۔ و ھلم جرا۔ اسی قسم کے نتیجے اخذ
کئے ہیں۔ اور ہم برملا اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ ہم قطعی طور پر ایسے فلسفے ک
خوبی کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہم شائد غلطی کے مرتکب ہو رہے ہوں۔ لیکن ہم اتن
ضرور کہیں گے ۔کہ جس انداز سے اس فلسفی نے فلسفے کو بوچڑ خانہ بنا دیا ہے۔
ٹولنٹن مارکیٹ کا کوئی بھی قصاب اپنے فن کا مظاہرہ اس سے بہتر کرتا نظر آتا ہے۔
اب ہم سر جیمز جینز کی شہرہ آفاق کتاب " مائسٹرئیس یونیورس"

Marfat.com

"Mysterious Universe" کے اولین بارہ صفحات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان چند
صفحوں میں اس چوٹی کے سائنس دان اور غضب کے قلم کار نے زیرِ بحث فلفسے
کی تمام باتیں ایک بڑے حیران کن اور نہائت ماہرانہ انداز میں جمع کر کے رکھ دی
ہیں۔ لیکن خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ میدانِ علم کے اس نڈر شہسوار کے ذہن میں
کیا سمائی۔ کہ اندازِ بیاں اُس نے ایسا اختیار کیا ہے۔ جس سے ہر قاری کو یہ دھوکہ
ہوتا ہے۔ کہ الفاظ ہی نہیں بلکہ خیالات بھی مصنف کے اپنے ہیں۔ حالانکہ حقیقت
ایسے نہیں۔ کیونکہ جب اسی کتاب کے آخری باب میں ہم پہنچتے ہیں۔ تو اُسے ان
خیالات کو برملا رد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس لئے جب ہم غیر سائنسی فلسفی کی
اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمیں یہ اصطلاح اپنی مرضی کے خلاف ہونے
کے باوجود اَن گنت بار استعمال کرنا پڑی ہے۔ تو اس کا اطلاق ہرگز سر جیمز جینز پر
نہ کیا جائے۔

ہمارا ارادہ ہے کہ اس غیر سائنسی فلسفے کے مقابلے میں قرآن حکیم کا فلسفہ
پیش کریں۔ یہ موازنہ بالخصوص دلچسپی کا حامل اس لئے ہے۔ کہ بعض اوقات قرآن
حکیم نے بھی اپنے فلسفے کی بنیاد اُسی سائنسی انکشاف پر اُٹھائی ہے۔ جس پر غیر
سائنسی فلسفی نے اُٹھائی ہے۔ لیکن منطقی نتائج میں بعد المشرقین نظر آتا ہے۔
دلچسپی کا دوسرا باعث یہ ہے کہ بعض مقامات پر قرآن حکیم نے جو باتیں کی ہیں۔ وہ
سر جیمز جینز کے پیش کردہ خیالات کی پیشین گوئی معلوم ہوتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ

Marfat.com

بعض مقامات پر قران حکیم سر جیمز جینز کے خیالات تو درکنار اُسی کے الفاظ
اعادہ اس درستی سے کرتا ہے کہ موازنہ محض موازنہ نہیں رہتا ۔ مکالمے
صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ قران حکیم کا ایک عظیم ایک زندہ معجزہ ہے۔ اور کسی
بھی پڑھنے والے کو ششدر کئے بغیر نہیں رہتا۔ آپ جب پڑھیں گے تو حیران ہی
نہیں ہوں گے۔ بلکہ یقیناً مبہوت ہو جائیں گے۔ اور حیرت سے آپ کی آنکھیں کھلی
کی کھلی رہ جائیں گی۔ اور اگر آپ کا علم وسیع ہے تو آپ کو بار بار اپنی آنکھیں ملنی
پڑیں گی۔ آپ کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آئیگا۔ کہ جو کچھ آپ پڑھ رہے ہیں
آیا خواب کی بات ہے یا بیداری کی۔ قران حکیم ایک زندہ اور لازوال معجزہ ہونے
کی دلیل ہی پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ اپنی عالمگیر نوعیت (ہم نے انسانوں کے لئے اس
قران میں ہر مثل شامل کر دی ہے) کے معجزنما اور ناقابلِ یقین دعوے کو بھی پایہ
اثبات تک پہنچاتا نظر آتا ہے۔ قران حکیم کا یہ کمال اُن لوگوں کے لئے ایک
واشگاف چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو قران حکیم کی الہامی حیثیت کا واضح انکار
کرتے ہیں۔ یا شبے میں مبتلا ہیں۔ ہم نے اس موضوع کو الگ ایک کتابی صورت میں
لکھ دیا ہے۔ جس کی ضخامت تین سو صفحوں سے کچھ اوپر ہے۔ اور جس میں سائنس
دان اور قران حکیم کے درمیان شروع سے آخیر تک مقالمہ چلتا ہے۔ البتہ یہاں آپ
کو چند جھلکیاں ہی دیکھنے کو ملیں گی۔ تاہم آپ ان سے اتنا اندازہ لگا سکیں گے کہ
اُن کی بہار کیا ہو گی۔

"قیاس کن ز، گلستاں، من بہار مرا"

آپ ان صفحات میں دیکھیں گے کہ کس طرح سائنس دانوں کے وہ انکشافات جو ایمان کی روشنی کو روشن تر کر سکتے تھے۔ اور جو مذبذب ذہنوں کی ٹیک اور متزلزل ایمانوں کا سہارا ہو سکتے تھے۔ ایک ملحد کے ہاتھوں میں تہ بہ تہ اندھیروں میں تبدیل ہوگئے۔ جن سے وہ ایمان کی روشنی کو ڈھانپنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے مگر:-

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس مطالعے کے دوران کتنی بار ہمارے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش یہ بدنصیب فلسفی ہمارے سامنے ہوتا تو ہم اس کو تفصیل سے بتاتے کہ کلیساء کی ظالم حکومتوں کے بے رحم پریلٹیوں ۔جلاد نما بشپوں، ستم گر پوپوں نے عیسائی دنیا پر کس قدر ظلم و ستم توڑے ہیں۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اتنا تو بتائیے۔ کہ ان وحشی پادریوں نے تو عیسائیت پر بے پناہ ستم توڑے۔ لیکن خادمِ خلق سائنس دان نے انسانیت کو آج زندگی کے کون سے جہنم میں ڈال رکھا ہے۔ اور کل اس کو کس بد ترین انجام سے دوچار کرنے والا ہے۔ یقیناً آگ کے وہ شعلے جنہوں نے کلیسا کے حکم سے ایک برونو کو زندہ بھسم کر ڈالا۔ ایٹمی جہنم کے اُن جہاں سوز شعلوں سے بد تر نہ ہوں گے۔ جو پوری انسانیت کو سائنس دان، کی کوشش کے نتیجے میں

آج نہیں تو کل بھسم کر کے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرنے والے ہیں۔ نہ ہی وہ کوڑے جو پادری کے حکم سے لوگوں کی پیٹھ پر برسائے جاتے تھے۔ اُن ریڈیائی شعاعوں سے برے ہوں گے۔ جو انسانوں کے جسم کو چیر کر ہڈیوں کے گودے تک اُترنے والی ہیں۔ نہ ہی کلیسا نے کوئی ایسی چیز ایجاد کی۔ جس سے سب انسان کوڑھی ہو جائیں۔ اُن کے بچے عجیب الخلقت جانوروں کے روپ میں جنم لیں۔ اور ایک دردناک زندگی بسر کر کے قبر کو جا بسائیں۔ الحاد کے جوش میں ہمارا یہ سائنس دان فلسفی بھول گیا۔ کہ اُس کی یہ فلاسفی خود سائنس کو تباہی کے گڑھے میں جھونک دے گی۔ کیونکہ ایسے فلسفے ہی تو تھے۔ جنھوں نے سائنس کو ایک بہت برے انجام کی راہوں پر ڈال دیا۔ جو باالآخر ایٹمی جہنم پر منتج ہوئیں۔ انسانیت جب ایٹمی جہنم کی لپیٹ میں آکر بھسم ہو جائے گی۔ تو سائنس کا کیا حشر ہو گا. کتنی کڑوی باتیں ہیں۔ حنظل سے بھی زیادہ کڑوی۔ کونین سے بھی زیادہ کڑوی۔ لیکن ایٹمی جہنم تو میٹھا ہے۔ شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ ایٹمی جہنم کے شعلے تو طوبیٰ کے شجر کے سائے سے بھی زیادہ فرحت آور ہیں۔ اور ایٹمی توانائی کی ریڈیائی شعاؤں کا کیا کہنا عید کے تحفے ہیں۔ جو شفیق والدین اپنے پیارے بچوں کو خرید کر دیتے ہیں۔ اے وائے افسوس ایسے فلسفیوں پر۔ جن سے صرف شیطان کو دلی خوشی ہو سکتی ہے۔ وہ کھڑا بغلیں بجا رہا ہے۔ اس کے دل کی آرزو پوری ہو رہی ہے۔ آدم کی اولاد کے لئے جس قسم کے انجام کی اُس کو خواہش تھی۔ وہ سامنے نظر آ رہا ہے۔ اب وہ خداوند کریم سے

Marfat.com

کہہ سکے گا۔ دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا تو نے جو یہ کیچڑ کا پتلا بنا رکھا ہے۔ اور جسے سجدہ کرنے کے لئے مجھے مجبور کر رہا ہے یہ ضرور تجھے شرمسار کرے گا۔

(ہمارے اس سائنس دان فلسفی نے ان باتوں کی حقیقت سے انکار کر کے جن کی حقیقت سے سائنس ھنوز نا آشنا ہے۔ سائنس کی یا انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اور سائنس تو اس میدان میں ھنوز قدرت کی بغل میں ایک ایسے شیر خوار بچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو ھنوز نہ سوچ سکتا ہے۔ نہ بول سکتا ہے۔ اور جس کا انحصار ابھی تک باطنی تحریک پر ہے۔ جس طرح بچہ بھوکا ہوتا ہے۔ تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ رو رہا ہے۔ یا کیوں رو رہا ہے۔ ایمان کی روشنی اور قیامت کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے تو بعض لوگوں نے اس سائنس کو ایک بدترین جہنم کا خالق بنا دیا ہے۔ تاہم ابھی تک انسانیت کے لئے موقع ہے۔ تو کیا انسانیت اس مسئلے کو زیر غور لانے کے خیال کو دل میں لانے کا خیال دل میں لا سکتی ہے۔ یا اس مسئلے کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر جوں ہی پہلے ایٹم بم کا دھماکہ کہیں پیدا ہونے کی خبر اُڑے تو آخری دعا مانگ لیں۔ بشرطیکہ کسی کو آخری دعا مانگنے کا آخری موقع آخری وقت پر مل سکا۔

Marfat.com

دوسرا باب:۔

سائنس کی محدود روشنی میں اُٹھنے والا امکانی فلسفہ:۔

سر جیمز جینز یورپ کے ایک چوٹیوں کے سائنس دان ہیں۔ اور ساری دنیا اُن کے قلم کا لوہا مانتی ہے۔ مندرجہ ذیل تحریر جو بارہ صفحوں پر مشتمل ہے سہلِ ممتنع کی اعلیٰ مثال ہے۔ اور ہر لحاظ سے اپنی جگہ ایک عظیم شاہکار ہے۔ اور قاری کی اہلیت کا امتحان ہے۔ جتنا کسی کا علم وسیع اور دقیق ہو گا۔ اتنا ہی وہ اس تحریر کی گہرائیوں میں اُتر سکے گا۔ اسے غور سے پڑھا جائے۔ کیوں کہ ہماری ساری بحث اسی پر چلتی ہے۔ اور اُس کو سمجھے بغیر ایک قاری کے پلے کچھ بھی نہیں پڑے گا:۔

(۱) (۱) " چند ستارے ایسے بھی معلوم ہیں۔ جو کہ زمین سے کچھ زیادہ بڑے نہیں۔ مگر اکثریت ایسے ستاروں کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں اگر لاکھوں زمینیں ڈال دی جائیں۔ تب بھی کچھ نہ کچھ جگہ بچ رہے۔ یہاں وہاں بعض دیو قامت ستارے ایسے بھی نظر پڑ جاتے ہیں۔ جن میں کھربوں زمینیں سما جائیں۔ آسمان پر ستاروں کی تعداد غالباً اتنی ہے۔ جتنے کہ روئے زمین کے سارے سمندری ساحلوں پر ریت کے ذرے۔ اس اندازے سے اس کائنات کے سارے مادی عنصر کے مقابلے میں ہمارے اس گھر (زمین) کی کم مائیگی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

ستاروں کی یہ بے شمار تعداد خلاء میں گھومتی پھرتی ہے۔ کچھ تو گروہ کی صورت میں اکٹھے سفر کرتے ہیں۔ مگر اکثریت اُن کی تنہاء مسافروں کی ہے۔ اور یہ

Marfat.com

ایک ایسی وسیع کائنات میں سفر کرتے ہیں۔ جس کی وسعتوں کا یہ عالم ہے۔کہ کسی ایک ستارے کا کسی دوسرے ستارے کے قریب پھٹکنابعید از قیاس نظر آتا ہے۔ اکثر و بیشتر ہر ستارہ ایک خالی سمندر پر تیرتے ہوئے جہاز کی طرح تنہائی میں مصروف سفر رہتا ہے۔ ایک ایسے سکیل ماڈل میں جس میں ستارے جہاز ہوں۔ تو اوسطاً ایک جہاز اپنے قریبی جہاز سے کم از کم دس لاکھ میل کے فاصلے پر ہو گا۔ اس طرح آسانی سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کہ کیوں ایک جہاز شاذ ہی کسی دوسرے جہاز کو اپنے قرب میں پاتا ہے۔

تاہم ہم مانتے ہیں۔ کہ تقریباً دو ارب سال پیشتر یہ امر، محال وقوع پذیر ہوا۔ وہ اس طرح کہ ایک دوسرا ستارہ خلاء میں بے مقصد گھومتا ہوا سورج کے قریب ایک اثر انداز فاصلے پر پہنچ گیا۔ اور جس طرح کہ سورج اور چاند زمین کی سطح پر مدوجزر کی لہریں اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح اس ستارے نے سورج کی سطح پر مدوجزر کی لہریں اُٹھائی ہوں گی۔ مگر یہ لہریں اُن لہروں سے قطعی مختلف ہوں گی۔ جو چاند کا چھوٹا سا حجم ہمارے سمندروں کی سطح پر اُٹھاتا ہے۔ ایک عظیم لہر سورج کی سطح پر رواں ہوئی ہو گی۔ جس نے بالآخر ایک بلند و بالا پہاڑ کی شکل اختیار کر لی ہو گی۔ جوں جوں کہ تموج کا اصلی سبب اُس کے قریب تر آتا گیا ہو گا۔بلند سے بلند تر ہوتی گئی ہو گی۔ اور اس سے قبل کہ دوسرا ستارہ دور ہٹنا شروع کر دے ۔اس کا تناؤ اتنا شدید ہو گیا ہوگا۔ کہ پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں

گے اور اس پہاڑ نے اپنے ٹکڑے اس طرح پھینک دیئے ہوں گے جس طرح کہ لہر چھڑکاؤ کر دیتی ہے۔ یہ چھوٹے ٹکڑے اُس وقت سے اپنے مبداء (سورج) کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ یہ سیارے ہیں چھوٹے اور بڑے۔ جن میں ایک ہماری زمین بھی ہے۔

یہ سورج اور ستارے جو ہم آسمان پر دیکھتے ہیں۔ نہائت گرم ہیں۔ اتنے گرم کہ زندگی نہ تو اُن پر پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہاں قائم رہ سکتی ہے۔ اور اسی طرح بے شک وہ ٹکڑے تھے۔ جو سورج نے پھینکے تھے۔ بتدریج یہ سرد ہونے لگے حتیٰ کہ اب اُن کی ذاتی حرارت برائے نام باقی ہے۔ اُن کی ساری حرارت کا منبع سورج ہے۔ جو اُن کو حرارت مہیا کرتا رہتا ہے۔ زمانے کے کسی خاص مقام پر ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ کیسے کب یا کیوں ان ٹھنڈے ہوئے ٹکڑوں میں سے ایک نے زندگی کو جنم دیا۔ زندگی سادہ نامیاتی اجسام سے شروع ہوئی۔ ایسے نامیاتی اجسام جن کی زندگی کی صلاحیتوں کی وسعت موت اور نسل کشی تک محدود تھی۔ مگر ان سادہ ابتداؤں سے زندگی کا ایسا دھارا نمودار ہوا۔ جو پیچیدہ سے پیچیدہ تر مرحلوں سے گذرتا ہوا باالآخر ایک ایسی مخلوق پر منتج ہوا ہے۔ جن کی زندگیاں بڑی حد تک اُن کے جذبات اور خواہشات اور جمالیاتی ذوق اور مذہب (جن میں اُن کی بلند ترین اُمیدیں اور شریف ترین تمنائیں محصور ہیں) میں مرکوز ہیں۔

اگرچہ ہم کسی حتمی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن گمانِ غالب یہی

Marfat.com

ہے کہ انسانیت کسی ایسے ہی طریقے سے وجود میں آئی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ریت کے ایک ذرے کے ایک خوردبینی ٹکڑے (زمین) پر کھڑے ہو کر ہم اس کائنات کی فطرت اور اس کی تخلیق کے مقصود کو تلاش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ایک ایسی کائنات جس نے ہمارے گھر (زمین) کو مقام اور وقت کے ضمن میں گھیر رکھا ہے۔ ہمارا پہلا تاثر تو دہشت کا مثیل ہوتا ہے۔ ہمیں یہ کائنات دہشت ناک اس کے وسیع بے معنی فاصلوں کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ ہمیں یہ کائنات دہشت ناک اس کے بروں از حد قیاس طویل ادوار کے سبب سے نظر آتی ہے۔ جن کے مقابلے میں انسانی تاریخ آنکھ کی ایک جھپک معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں یہ کائنات دہشتناک ہماری اپنی بے پناہ تنہائی کی وجہ سے۔ اور خلا میں اپنے گھر (زمین) کی انتہائی مادی کم مائیگی کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ زمین اس کائنات میں ایسے ہی ہے۔ جیسے کہ روئے زمین کی ساری ساحلی ریت کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرے کا دس لاکھواں حصہ۔ مگر ان سب باتوں کے علاوہ وہ بات جو ہماری دہشت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اور جس کی وجہ سے ہمیں یہ کائنات دہشت ناک نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ کائنات اس زندگی سے جیسی زندگی کہ ہماری ہے۔ قطعاً بے نیاز اور لا پروا نظر آتی ہے۔ جذبہ۔ تمنا۔ کامرانی، فن، مذہب یہ سبھی اس کائنات کے منصوبے سے خارج دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ بلاشبہ ہمیں یہ کہنا چاہیئے۔ کہ یہ کائنات اس زندگی کی جیسی کہ ہماری ہے۔ عملاً مخالف نظر آتی ہے۔

اکثر و بیشتر خالی خلاء اس قدر سرد ہے۔ کہ زندگی اس میں جم کے رہ جائے۔ اس خلاء میں پائے جانے والے مادے کا بیشتر حصہ اس قدر گرم ہے۔ کہ اس میں زندگی کا قیام ناممکن ہے۔ خلاء میں اجرامِ فلکی کی حرکت کا عمل جاری ہے۔ اور اجرام فلکی پر انواع و اقسام کی تابکاری کی بوچھاڑ رہتی ہے۔ جو غالباً زندگی کی ناموافق ہوتی ہیں۔ اور یا زندگی کی قاتل ہوتی ہیں۔

ایسی کائنات میں ہم ٹپک پڑے ہیں۔ اگر قطعی غلطی سے نہیں۔ تو کم از کم ایسی چیز کے نتیجے میں جسے موزونیت کے ساتھ حادثے کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ایسے لفظ (یعنی حادثہ) کا استعمال حیرت کا موجب اس لئے نہ ہو جائے۔ کہ ہماری زمین موجود ہے۔ کیونکہ حادثے تو بہر حال ہوتے رہیں گے۔ اور اگر یہ کائنات کافی عرصے تک قائم رہی۔ تو کبھی نہ کبھی ہر امکانی قسم کا حادثہ رونما ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ ہکسلے تھا۔ جس نے کہا کہ چھ بندر اگر ٹائپ رائٹروں پر ٹائپ کرنے بٹھا دیئے جائیں۔ اور وہ بے دھیانی میں کھربوں سال ٹائپ کرتے رہیں۔ تو یہ امرِ یقینی ہے۔ کہ وہ کبھی نہ کبھی وہ لاکھوں کتابیں جو برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ ٹائپ کر لیں گے۔ اگر ہم آخری صفحہ غور سے دیکھیں۔ جو کسی مخصوص بندر نے ٹائپ کیا تھا۔ اور ہمیں پتہ چلے۔ کہ اس بندر نے اپنی اندھا دھند ٹائپنگ میں محض اتفاق سے شکسپیر کا ایک نغمہ ٹائپ کر دیا ہے۔ تو ہمیں حقیقتاً اس واقعے کو ایک امتیازی حادثہ قرار دینا چاہیئے۔ لیکن اگر ہم وہ لاکھوں صفحے جو بندروں نے بے شمار کروڑوں

۸۹۶۶۵

سالوں میں ٹائپ کیئے تھے۔ پڑھیں۔ تو اُن میں شکسپیر کا نغمہ پالینا ایک یقینی امر ہو سکتا ہے۔ یعنی "اتفاق کے اندھے کھیل کا ماحصل" بعینہ کھربوں سال کے دوران کھربوں اندھا دھند گھومتے ہوئے ستاروں کے ہجوم کا ہر قسم کے حادثے سے دوچار ہونا ایک لابدی امر ہے۔ ستاروں کی ایک محدود تعداد کا اُس خاص قسم کے حادثے سے دوچار ہونا لازمی ہے۔ جو سیاروں کے نظام PLANETARY SYSTEMS وجود میں لاتے ہیں۔ تاہم حساب لگانے سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ایسے ستاروں کی تعداد آسماں میں موجود سارے ستاروں کے مقابلے میں بہت قلیل ہی ہو سکتی ہے۔ خلاء میں سیارچی نظام کا وجود شاذو نادہی ہو ناچاہیئے۔

ان سیارتی نظاموں کا کمیاب ہونا ایک بہت اہم بات ہے کیونکہ جہاں تک کہ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ زندگی جیسی کہ ہم زمین پر دیکھتے ہیں۔ صرف اور صرف زمین جیسے سیاروں میں ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور زندگی کو نمودار ہونے کے لئے موزوں طبیعاتی حالات کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن میں سب سے زیادہ ضروری وہ ٹمپریچر ہے جس میں چیزیں مائع حالت میں رہ سکتی ہیں۔

ستارے سخت گرم ہونے کی بنا پر زندگی کے لئے ناموزوں ہیں۔ ہم انہیں آگ کے گولوں کا ایک اجتماع تصور کر سکتے ہیں۔ جو کہ ساری خلا میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور ایک ایسے ماحول میں حرارت مہیا کر رہے ہیں۔ جہاں درجہ حرارت صفر مطلق ABSOLUTE ZERO سے زیادہ چار درجے اوپر ہو سکتا ہے۔ ہمارے

Marfat.com

فارن ہیٹ سکیل پر پالے کے تقریباً ۴۸۴ درجے اور خلاء کی وسیع پٹیوں میں جو کہکشاں سے ورے واقع ہیں۔ درجہ حرارت اس سے بھی نیچے ہوتا ہے۔ ان آگ کے گولوں (ستاروں) سے دور سینکڑوں درجے پالے کی ناقابلِ تصور سردی۔ اُن کے قریب ہزار ہا درجے کا ٹمپریچر جس میں تمام ٹھوس اجسام پگل جائیں۔ تمام مائع چیزیں ابلنے لگیں۔

زندگی فقط ایک تنگ منطقۂ معتدلہ میں رہ سکتی ہے۔ جو ان آگ کے گولوں میں سے ہر ایک کے گرد ایک معین فاصلے پر تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ ایسے منطقوں سے باہر زندگی منجمد ہو جائے۔ اُن کے اندر کی طرف (ستاروں کی جانب) ہو تو حرارت سے تڑ مڑ جائے۔ ایک عام اندازے کے مطابق ایسے منطقے جن میں زندگی کا قیام ممکن ہے۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے۔ تو ان کا حجم ساری کائنات کے ہزار کھربویں حصے سے بھی کم بنتا ہے۔ پھر ایسے منطق کے اندر بھی زندگی کی موجودگی بڑی کم یاب ہو گی۔ کیونکہ آفتابوں کے لیے سیاروں کو اپنے آپ سے الگ کرنا۔ جیسا کہ ہمارے آفتاب نے کیا ہے۔ ایک ایسا غیر معمولی حادثہ ہے۔ کہ ایک لاکھ ستاروں میں تقریباً ایک ستارہ ایسا ہوتا ہے۔ جس کے گرد ایک سیارہ اُس چھوٹے سے منطقے میں گردش کر رہا ہے۔ جس میں زندگی کی نمو ممکن ہے۔ اور اسی سبب سے یہ بات ناقابلِ، تسلیم معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس کائنات کو بنیادی طور پر (زمین پر پیدا ہونے والی) اس زندگی کی خاطر تخلیق کیا گیا۔ جیسی کہ ہماری زندگی

Marfat.com

(اس زمین پر) ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی۔ تو یقیناً ہم بجا طور پر مشتری (کائنات) کے قد کاٹھ اور پیداوار کی (زمین پر اُگنے والی زندگی) کی مقدار کے درمیان بہتر تناسب کی توقع کرتے۔ پہلی نظر میں تو کم از کم یہ زندگی ایک نہائت ہی کم مایہ اور ثانوی قسم کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔ ہم زندہ چیزیں شاہراہ سے ہٹ کر ہیں۔

ہمیں یہ معلوم نہیں۔ کہ آیا موزوں طبیعی حالات (شرائط) ہی بذاتِ خود زندگی کے پیدا کرنے میں کافی ہیں۔ ایک مکتبِ فکر کا خیال ہے۔ کہ جوں ہی زمین بتدریج ٹھنڈی ہوتی گئی۔ یہ امر طبیعی تھا۔ بلکہ لابدی تھا۔ کہ زندگی نمودار ہو جائے۔ ایک دوسرے مکتبِ فکر کا خیال ہے۔ کہ ایک حادثے (جس سے زمین وجود میں آ گئی تھی) کے بعد ایک دوسرا حادثہ (زمین پر) زندگی کو پیدا کرنے کے لئے ضروری تھا۔ زندہ جسم کے مادی اجزاء قطعی طور پر معمولی کیمیاوی ایٹم ہیں۔ کاربن جیسی کہ ہمیں چراغ کی کالک یا کاجل میں ملتی ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن جیسا کہ ہمیں پانی میں ملتی ہے۔ نائٹروجن جیسا کہ فضاء کے جزو وافر کے طور پر ملتی ہے۔ اور اسی طرح ہر قسم کا ایٹم جو زندگی کے لئے ضروری ہے۔ زمین جب پہلے پہلے وجود میں آئی ہو گی۔ تو اس پر موجود ہو گا۔ وقفوں پر ایٹموں کا ایک گروپ ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے آپ کو اس ترتیب سے جوڑ دے۔ جس ترتیب میں کہ ایٹم زندہ خلئے میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ لامحالہ۔ بشرطیکہ کافی وقت اُن کو دیا جائے۔ تو وہ یقیناً ایسا کریں گے اتنا ہی یقینا جتنے یقیناً کہ بندر (بشرطیکہ اُن کو کافی وقت دیا جائے) شکسپیئر کا

Marfat.com

نغمہ ٹائپ کریں گے۔ لیکن تب کیا وہ زندہ خلیے ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں کیا زندہ خلئے فقط معمولی ایٹموں کا ایک گروپ ہیں۔ جو کسی غیر معمولی ترتیب سے جڑے ہوئے ہیں ۔یا یہ کچھ اور بھی ہیں ۔کیا یہ فقط ایٹم ہیں یا ایٹم.جمع زندگی ہیں۔ یا اسی بات کو دوسرے انداز میں کہا جائے۔ اور وہ یہ کہ کیا ایک کافی ماہر کیمیا دان ضروری ایٹموں سے زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک لڑکا میکانو سے ایک مشین تخلیق کرتا ہے۔ اور پھر اسے چلا دیتا ہے۔ یعنی ایک لڑکا کترنوں کے ڈھیر سے ایک مشین تخلیق کر لیتا ہے ۔اور پھر اس کو چلا دیتا ہے۔ اس بات کا جواب ہم کو معلوم نہیں ۔جب یہ (جواب) آئے گا۔ تو اپنے ساتھ کچھ وضاحت اس بات کی لائے گا۔ کہ آیا خلاء میں دوسری دنیائیں بھی ہماری اس دنیا کی طرح آباد ہیں۔ اور اس طرح یہ جواب زندگی کے معنی کی تعبیر پر سخت اثر انداز ہو گا۔اور ہو سکتا ہے کہ اُس فکری انقلاب سے کہیں بڑھ کر فکری انقلاب پیدا کرے۔ جو گلیلیو کی فلکیات یا ڈارون کی حیاتیات نے پیدا کیا۔

البتہ ہم اس قدر ضرور جانتے ہیں ۔کہ جب کہ زندہ جسم کا مادہ بالکل عام طرح کے ایٹموں سے بنا ہوتا ہے۔ یہ بالعموم اس قسم کے ایٹموں سے بنا ہوتا ہے۔ جن میں غیر معمولی طور پر بڑے بڑے مالیکیولوں (سالموں) میں (خون کی پھٹکی کی طرح) منجمند ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

ایٹموں کی اکثریت اس خاصیت سے عاری ہے۔ مثال کے طور پر ہائیڈروجن

Marfat.com

ور آکسیجن کے ایٹم ہائیڈروجن (H2 یا H3) اور آکسیجن یا اوزون (O2 یا O3) یا پانی (H2O) یا ہائیڈروجن پر آکسائیڈ (H2O2) کے مالیکیول (سالمے) بنانے کے لئے مل سکتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی بھی مرکب میں چار سے زیادہ ایٹم نہیں ہوتے۔ نائٹروجن کا امتزاج بھی کوئی خاص فرق نہیں پیدا کرتا۔ ہائیڈروجن ۔نائٹروجن۔ اور آکسیجن کے مرکبات سب کے سب مقابلتہً کم ایٹموں کی تعداد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں مزید کاربن کی آمیزش تصویر کی کایا ہی پلٹ کے رکھ دیتی ہے۔ ہائیڈروجن ۔آکسیجن ۔نائٹروجن اور کاربن مل کر ایسے مرکبات بناتے ہیں۔ جن کے مالیکیول۔ سینکڑوں ہزاروں بلکہ دس ہزاروں ایٹموں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ زندہ اجسام ایسے ہی سالموں سے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ آج سے ایک صدی پہلے عام طور پر یہ فرض کیا جاتا تھا۔ کہ اُن کو اور دوسرے عناصر کو جو زندہ جسم کی ساخت میں شامل ہوتے ہیں ۔بنانے میں کسی خصوصی قوت کاہاتھ ہے۔ پھر وہلر (WOHLER) نے اپنی لیبارٹری میں عام کیمیاوی عمل کے ذریعے یوریا CO (HN2)2 جو کہ ایک مثالی بدنی پیداوار ہے۔ تیار کر لیا۔ اور اس کے ساتھ دوسرے اجزاء بھی جو بدنی ساخت میں شامل ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ بنا لئے گئے۔ آج ہر کیمیائی عمل کے بعد دوسرا کیمیائی عمل جو کبھی خصوصی قوت کے مرہونِ منت سمجھا جاتا تھا۔ فزکس اور کیمسٹری کے معمولی عملوں کا نتیجہ ثابت ہو رہا ہے۔ اگرچہ مسئلے کا حل کہیں بہت دور ہے۔ تاہم نہایت سرعت سے یہ بات زیادہ سے زیادہ قرینِ

Marfat.com

قیاس ہوتی جا رہی ہے کہ جو چیز زندہ جسم کے مادے کو ممیز کرتی ہے وہ خصوصی قوت کی موجودگی نہیں بلکہ بالکل عام معمولی عنصر کاربن ہے۔ جو ہمیشہ دوسرے عناصر کی معیت میں غیر معمولی طور پر بڑے سالمے بناتا ہے۔

اگر ایسا ہے تو اس کائنات میں زندگی کا وجود محض اس لئے ہے کہ کاربن ایٹم بعض مخصوص خاصیتوں کا حامل ہے۔ شائید کاربن لائق، توجہ اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ یہ معدنی اور غیر معدنی عناصر کے درمیان ایک سیڑھی کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم ابھی تک کاربن ایٹم کی طبعی ساخت میں کوئی ایسی چیز معلوم نہیں ہو سکی۔ جس سے کاربن ایٹم کے دوسرے ایٹموں کو باندھنے کی خصوصیت پر کچھ روشنی پڑ سکے۔ کاربن ایٹم کے چھ الیکٹران ہوتے ہیں۔ جو موزوں مرکزی نیوکلیس کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ جس طرح کہ چھ سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ اپنے قریب ترین ہمسایوں۔ بورن اور نائٹروجن کے ایٹموں سے۔ کیمیکل ایٹموں کے جدول میں صرف اسی قدر اختلاف کا مظاہرہ کرتا نظر آتا ہے۔ کہ اس میں اول الذکر (بورن) کے مقابلے میں ایک الیکٹران زیادہ اور موخرالذکر (نائٹروجن) کے مقابلے میں ایک الیکٹرن کم ہے۔ تاہم یہی معمولی سا فرق باآلاخر زندگی کے وجود اور عدم وجود کے اختلاف کا باعث ہے۔ بے شک یہ وجہ کہ کیوں چھ الیکٹران ایٹم اپنے اندر ایسی غیر معمولی خاصیتیں لئے ہوئے ہے۔ کہیں قدرت کے عمیق ترین قوانین میں جاگزین ہے۔ مگر ریاضیاتی طبیعات تا حال اس کی گہرائی کو نہیں پا سکی

Marfat.com

بعض دوسری ایسی ہی مثالیں بھی کیمسٹری کے علم میں ہیں۔ مقناطیسی کشش کا مظاہرہ لوہے میں بدرجہ اتم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ہمسایوں نکل اور کوبالٹ میں کمتر درجے میں ہوتا ہے۔ان عناصر کے ایٹم بتدریج ۲۶ ۔ ۲۷ اور ۲۸ الیکٹران رکھتے ہیں۔ تمام دوسرے ایٹموں کی مقناطیسی خاصیت مقابلۃً برائے نام ہے۔ کسی وجہ سے بہر حال اگر چہ اس راز سے بھی ریاضیاتی طبیعات تا حال پردہ نہیں اُٹھا سکی۔ مقناطیسی خاصیت کا دارو مدار ۲۶ ۔ ۲۷ اور ۲۸ الیکٹران رکھنے والے ایٹموں پر ہے۔ بالخصوص پہلے یعنی ۲۶ الیکٹران والے یعنی لوہے کے ایٹم پر۔ ریڈیائی تابکاری ایک اور مثال مہیا کرتی ہے۔ جو کہ بعض معمولی استثنائی عناصر کو چھوڑ کر ۸۳ سے ۹۲ الیکٹران والے ایٹموں میں منحصر ہے۔ اور یہ بھی ہم جاننے سے قاصر ہیں کہ کیوں؟

اس طرح کیمسٹری ہمیں زندگی کو مقناطیس اور ریڈیائی تابکاری کے زمرے میں شمار کرنے کی حد تک بتا سکتی ہے۔ کائنات کی تخلیق اس طرح سے ہوئی ہے کہ یہ بعض قوانین کی مطابقت میں کام کرے۔ ان قوانین کے نتیجے میں الیکٹران کی ایک مقررہ مقدار رکھنے والے ایٹم یعنی ۶۔ ۲۶ ۔ سے ۲۸ اور ۸۳ سے ۹۲ تک۔ بعض مخصوص خاصیتوں کے حامل ہیں۔ جو اپنا مظاہرہ بتدریج زندگی کے مظہروں، مقناطیسی کیفیتوں۔ اور ریڈیائی تابکاری میں کرتے ہیں۔ ایک علیٰ کل شیء قدیر اور حدود و قیود سے بالاتر خالق ان قوانین کے دائرے میں جو موجودہ

Marfat.com

کائنات پر حاوی ہیں۔ محصور و مجبور قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی کائنات کی تخلیق قوانین کے بے شمار دوسرے سلسلوں میں سے کسی ایک پر مبنی کر سکتا تھا۔ اگر قوانین کا کوئی دوسرا سلسلہ منتخب کیا جاتا۔ تو دوسری قسموں کے مخصوص ایٹموں کے ساتھ دوسری قسموں کی مخصوص خاصیتیں وابستہ پائی جاتیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہوتا۔ تاہم منطقی رُو سے یہ بات قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ ریڈیائی تابکاری۔ یا مقناطیس یا زندگی اُن میں کہیں نظر پڑتی۔ کیمسٹری یہ مفروضہ پیش کرتی نظر آتی ہے کہ مقناطیس اور ریڈیائی تابکاری کی طرح زندگی بھی ان قوانین کے سلسلے کا محض حادثاتی نتیجہ ہو۔ جن کے ذریعے موجودہ کائنات چل رہی ہے۔

اس ضمن میں بھی حادثاتی (اتفاقی) کے لفظ (کے استعمال) کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ کہ کائنات کے خالق نے مخصوص قوانین کا ایک سیٹ اسی لئے چنا ہو کہ وہ زندگی کے ظہور کا باعث ہو سکتا ہے کہ اُس نے زندگی پیدا کرنے کا یہی طریقہ اختیار کیا ہو۔ جب تک تو ہمارے ذہن میں خالق کا تصور ایک عظیم و جسیم آدم زاد کا ہے۔ جس کے احساسات و اغراض ایسے ہی ہیں۔ جیسے کہ ہمارے اپنے ہیں۔ اس چیلنج کا مقابلہ ناممکن ہے۔ سوائے اس بات کے کہ جب ایک خالق نے تہیہ کر لیا ہے۔ تو پھر کوئی دلیل بھی اُس میں اضافے کا باعث نہیں ہو سکتی۔ جو کہ پہلے سے کیا جا چکا ہے۔ البتہ اگر ہم خدا کے ساتھ انسانی تشبیت کے جملہ تصور کو یکسر فراموش کر دیں۔ تو کوئی وجہ اس نظریئے کی باقی نہیں رہتی۔ کہ موجودہ قوانین خاص

طور پر زندگی پیدا کرنے (ہی) کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ بلکہ اسی قدر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ (مثلاً) اُن کا چناؤ مقناطیس یا ریڈیائی تابکاری کی تخلیق کی خاطر عمل میں لایا گیا ہو۔ اور یہی بات زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام ظاہری شواہد کے اعتبار سے طبیعات کا عمل کائنات میں حیاتیات کے عمل کے مقابلے میں کسی باہمی موازنے کی امکانی صورت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ خالصتہً مادی نقطۂ نظر سے۔ زندگی کی انتہائی کم مائیگی بڑی حد تک کسی ایسے خیال کی نفی کرتی نظر آتی ہے۔ کہ یہ (زندگی) کائنات کے خلاقِ عظیم کی خصوصی دلچسپی کا مرکز ہے۔

ایک معمولی سی تشبیہی مثال اس معاملے کو ایک واضح صورت میں پیش کر سکتی ہے۔ تخیل کی صفت سے عاری ایک ملاح جو گانٹھیں لگانے کا عادی ہے۔ شائید یہ سوچے کہ اگر گانٹھیں لگانا ممکن نہ ہو تو سمندر کو پار کرنا بھی نا ممکن ہو۔ اب گانٹھ لگنے کی صلاحیت ابعادِ ثلاثہ (THREE DIMENSIONAL SPACE) میں منحصر ہے۔ کوئی بھی گانٹھ ایک۔ دو۔ چار۔ پانچ یا ابعاد کی کسی دوسری تعداد میں نہیں لگ سکتی۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھ کر تخیل کی صفت سے عاری ہمارا ملاح یہ دلیل پیش کر سکتا ہے۔ کہ ایک رحیم و کریم خالق کی مربیانہ نگاہ، انتخاب کا مرکز ملاح ہی ہوں گے۔ اور اُس نے یہ بات اختیار کی ہو گی۔ کہ ابعاد تین ہی ہوں۔ تاکہ گانٹھیں لگانا اور سمندر کو عبور کرنا اس کائنات میں ممکن ہو۔ جو اُس نے تخلیق کی۔ مختصراً یہ کہ ابعاد تین تھیں۔ تاکہ ملاح وجود میں آ سکیں۔ یہ اور دوسری

Marfat.com

دلیل جو اُوپر آچکی ہے۔ ایک ہی سطح پر معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ زندگی تمام تر اور گانٹھیں لگانا ایک دوسرے کے مماثل اس طرح ہیں۔ کہ ان دونوں میں سے کسی کا بھی مادی کائنات کی کارکردگی میں ایک نہائت ہی غیر اہم نہائت ہی قلیل کسر سے زیادہ عمل نہیں۔

یہ تو تھا وہ حیران کن طریقہ جس کے ذریعے جہاں تک سائنس اب ہمیں بتا سکتی ہے۔ ہم وجود میں آئے۔ اور ہماری حیرانگی میں مزید زیادتی ہی ہوتی ہے۔ جب ہم اپنے آغاز سے آگے بڑھ کر اپنی موجودگی کے مقصد کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یا اُس انجام کی پیشین گوئی کرنا چاہتے ہیں۔ جو تقدیر نے ہماری نوع کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔

اس نوع کی زندگی جیسی کہ ہم جانتے ہیں روشنی اور گرمی کے موزوں حالات میں ہی رہ سکتی ہے۔ ہمارا وجود محض اس لئے قائم ہے کہ زمین سورج سے ٹھیک ٹھیک مقدار کی حرارت حاصل کرتی ہے۔ اس توازن کو کمی یا بیشی کی طرف ذرا بھر بگاڑ کر دیکھو۔ اور زندگی زمین سے یکسر غائب ہو جائے گی۔ اور اس کیفیت کا نچوڑ یہ ہے۔ کہ یہ توازن بڑی آسانی سے بگڑ سکتا ہے۔

زمین کے منطقۂ معتدلہ میں رہتے ہوئے قدیم انسان نے اپنے گھر پر برفانی دور کے نزول کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا ہو گا۔ سال بہ سال برفانی تودے نیچے وادیوں میں پھسل کر قریب تر آ رہے تھے۔ ہر سردی کے موسم میں سورج کی گرمی جو زندگی کے لئے ضروری تھی۔ کم تر ہوتی جا رہی تھی۔ اُسے (قدیم انسان کو) بھی

ہماری ہی طرح کائنات کا رویہ معاندانہ معلوم ہوتا ہو گا۔

ہم اس بعد کے زمانے کے لوگ۔ سورج کے گرد ایک تنگ منطقۂ معتدلہ میں رہتے ہوئے اور مستقبل بعید میں جھانکتے ہوئے اپنے سامنے ایک دوسری قسم کے برفانی دور کو گھورتا دیکھتے ہیں۔ جس طرح ٹانٹالس کے لئے ایک ایسی جھیل میں کھڑا ہونے کے باوجود کہ وہ بمشکل ڈوبنے سے بچ رہا تھا۔ پیاس سے ہلاک ہونا مقدر تھا۔ بعینہ یہی المیہ ہماری نوع (نوعِ انسانی) کا ہے کہ اس کی قسمت میں سردی سے ختم ہوجانا لکھا ہے۔ جب کہ کائنات کا اکثر مادہ اتنا گرم ہو گا۔ کہ اُس میں زندگی اپنا قدم نہیں رکھ سکے گی۔ سورج جسے کوئی خارجی حرارت حاصل نہیں۔ اُس کی حیات پرور تابندگی رفتہ رفتہ کم سے کم تر ہوتی جائے گی۔ اور اس وجہ سے خلاء کا منطقۂ معتدلہ جس میں ہی زندگی رہ سکتی ہے۔ اس کا گھیرا سورج کے گرد تنگ سے تنگ تر ہوتا جائے گا۔ زندگی کے گہوارے کے طور پر قائم رہنے کی خاطر ہماری زمین کو بتدریج بجھ تے ہوئے سورج کی طرف بتدریج قریب سے قریب تر آنے کی ضرورت ہو گی۔ لیکن سائنس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ قریب آنے کی .بجائے حرکیات کے اٹل قانون اس وقت بھی زمین کو سورج سے دور تر بیرونی سردی اور تاریکی میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ اور جس حد تک ہم دیکھ سکتے ہیں۔ یہ قوانین زمین کو باہر کی جانب دھکیلنا جاری ہی رکھیں گے۔ جب تک کہ زندگی زمین پر منجمد نہیں ہو جاتی۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی فلکیاتی تصادم یا طوفانی حادثہ اس سے پہلے ہی مداخلت

Marfat.com

کر کے زندگی کو فوری اور ناگہانی موت سے دوچار کر دے۔ یہ متوقع تقدیر ہماری زمین سے ہی مختص نہیں۔ دوسرے سورج بھی ہمارے سورج ہی کی طرح بجھ جائیں گے۔ اور اگر کوئی زندگی دوسرے سیاروں پر موجود ہو گی۔ تو وہ بھی اسی شرمناک انجام سے دوچار ہو جائے گی۔

فزکس بھی ہمیں وہی بتاتی ہے۔ جو کچھ کہ فلکیات بتاتی ہے۔ یقیناً تمام فلکیاتی تقاضوں سے صرفِ نظر فزکس کا عمومی اصول جسے علمِ حرکیات کے دوسرے قانون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پیشین گوئی کرتا ہے کہ کائنات کا صرف ایک ہی انجام ہو سکتا ہے اور وہ ہے "حرارت کی موت" جس میں کائنات کی ساری قوت برابر برابر تقسیم ہو کر منتشر ہو جائے گی۔ اور کائنات کا سارا مادہ ایک ہی درجہ حرارت پر ہوگا۔ یہ درجہ حرارت اتنا کم ہو گا۔ کہ زندگی کو ناممکن بنا دے گا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہ کس مخصوص راستے سے یہ آخری کیفیت وارد ہو گی۔ سب راہیں روم ہی کو جاتی ہیں۔ اور سفر کا اختتام سوائے عالم گیر فنا کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

تو پھر کیا زندگی کی یہی کچھ حقیقت ہے۔ غلطی سے ایک ایسی کائنات میں ٹپک پڑنا۔ جو واضح طور پر زندگی کی خاطر نہیں بنائی گئی تھی۔ اور جو تمام ظاہری شواہد کے لحاظ سے یا تو زندگی سے مکمل طور پر لاتعلق ہے۔ یا یقیناً اس کے خلاف دشمنی کا جذبہ رکھتی ہے۔ ریت کے ایک ذرے کے ٹکڑے (زمین) سے چمٹے رہنا۔ حتیٰ کہ منجمند ہو جائیں۔ اپنی منی سی سٹیج پر اپنا منا سا لمحہ چلنا پھرنا۔ یہ جانتے ہوئے کہ

Marfat.com

ہماری ساری تمنائیں آخر کار بربادی کا شکار ہونے والی ہیں۔ اور یہ کہ ہماری تمام کامیاب کاوشیں ہماری نوع (نوعِ انسانی) کے ہمراہ معدوم ہو جاتی ہیں ..... اور کائنات کو چھوڑ دینا۔ گویا کہ ہم یہاں بسے ہی نہ تھے۔

سوال فلکیات تجویز کرتی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ فلکیات نہیں۔ فزکس ہے۔ جس کی طرف غالباً ہمیں جواب کے لئے رجوع کرنا ہو گا۔ کیونکہ فلکیات ہمیں کائنات کی موجودہ ترتیب اور خلاء کی وسعت اور خلاء اور اس میں ہماری اپنی کم مائیگی کا پتہ دے سکتی ہے۔ یہ ہمیں مرورِ زمانہ سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں کی قسم کے متعلق بھی کچھ بتا سکتی ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم اپنے سوال کے جواب کی توقع کریں۔ ہمیں چیزوں کی بنیادی فطرت کی گہرائیوں کا مطالعہ کرنا ہو گا۔ اور چونکہ یہ میدان فلکیات کا نہیں ہے۔ اس لئے لامحالہ ہم محسوس کریں گے کہ ہماری تحقیق ہمیں سیدھا جدید طبیعی سائنس کے دل میں لے جاتی ہے"۔

(دی مائسٹیرئس یونیورس صفحہ ۱ تا ۱۲۔ (The Mysterious Universe -pagel-12)

چند نکات:۔

مندرجہ ذیل نکات ذہن نشین فرمالیں:۔

(۱) زمین کی کم مائیگی اس کائنات کے مقابلے میں اور زندگی کے عمل کی کم مائیگی کائنات میں موجود دوسری چیزوں کے عمل کے مقابلے میں۔ بنیاد بنا کر سائنس دان نے یہ نظریہ قائم کیا ہے۔ کہ نہ تو یہ کائنات اس زمینی زندگی کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ نہ ہی اتنی بڑی کائنات کے خالق کو اس میں کوئی خصوصی دلچسپی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

اور یہ نظریہ ہر الہامی مذہب کے نظریئے کے خلاف ہے۔

(۲) سائنس دان نے اس زمین کی تخلیق اور اس زمین پر پیدا ہونے والی زندگی کو اتفاقی اور حادثاتی قرار دینے کے لئے واضح کوشش کی ہے۔ اور اس امر میں نہ تو اُس نے کوئی سائنسی ثبوت پیش کیا ہے۔ نہ کوئی ایسی دلیل ہی دی ہے۔ جو قابلِ قبول ہو سکے۔ اور یہ نظریہ بھی ہر الہامی دین کے نظریئے کی عین ضد ہے۔

(۳) انسان کی تخلیق کے مقصود کے بارے میں سائنس نے سائنس دان کو سوائے حیرانگی کے کچھ نہیں دیا۔ البتہ الہامی دین کا نظریہ اس امر میں واضح ہے۔

(۴) اس زمینی زندگی کے انجام کے معاملے میں سائنس دان نے اس کو آخری انجام قرار دیا ہے۔ اور بعث بعد الموت یا قیامت یا سزا و جزا کا کوئی اشارہ نہیں دیا۔ نہ ہی سائنس اس امر میں کچھ راہنمائی کر سکتی ہے۔ حالانکہ الہامی دین کا بنیادی ستون ہی قیامت ہے۔

صورتِ حال یہ ہو۔ تو ہم اس بات کے کہنے میں حق بجانب ہیں کہ دورِ حاضر کا سائنس دان ابھی تک قدیم یونانی اٹامزم کی لادینیت کی عینک کے ساتھ ہر نکتے کو دیکھتا ہے۔

کائنات کا الہیاتی منصوبہ:-

کائنات میں وہ الہیاتی منصوبہ جس کے مطابق کسی خاص مقصد کی خاطر اس کائنات کی تخلیق اُس کے خالق نے سوچ سمجھ کر کی۔ اگر سائنس دان کی نگاہ سے اوجھل رہے تو اس سے بڑی حیران کن بات کا وجود اس دنیا میں نہیں ملتا۔ گذشتہ حوالے

سے ہم نے سر جیمز جینز کی کتاب " دی مائسٹیرئس یونیورس" سے بہم پہنچایا ہے۔ بعض حیرت انگیز حقائق سامنے آئے ہیں۔ سائنس دان نے اس غیر سائنسی فلسفے کی بحث کے دوران زندگی کو محض اتفاقی حادثہ اور ایٹموں کے اندھے اتفاقی کھیل کا نتیجہ قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اور ایسی باتیں کی ہیں۔ جو کسی بھی ثقہ سائنس دان کے منہ سے سجتی نہیں۔ ہم نے اس ساری تحریر کو نہائت ہی غور اور سنجیدگی سے پڑھا ہے۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی کرشمہ نظر نہیں آتا۔ کہ وہ آدمی (یعنی سائنس دان) جس کا ذہن تمام تر اور ہمیشہ علل و اثرات، اعمال و نتائج، طبعی، اٹل اور سائنٹفک قوانین۔ پلان، ڈیزائن۔ پلاٹ۔ پروجیکٹ۔ مسئلہ۔ تھیوری۔ ہائپو تھیسز۔ فارمولا کے چکر میں پڑا رہے۔ ایسا آدمی جو ترازو کے استعمال کے بغیر انگلی تک نہ ہلائے۔ جو ٹیلی سکوپ کے بغیر آنکھ تک نہ جھپکے۔ جس کی نوٹ بک ابتداء سے انتہاء تک مساوات۔ جذر۔ اور ہر قسم کی حسابی اصطلاحوں سے پُر ہو۔ اور جو کسی بھی حقیقت کو ایسی زبان کے استعمال کے بغیر بیان کر سکتا ہو۔ جو رول RULE (دستور) PRINCIPLE (اصول) LAW (قانون) CONCEPT (تصور مافی الذہن) NOTION (تخلیاتی نظریہ) PERCEPTION (ادراک) کی قبیل کی اصطلاحوں پر مشتمل نہ ہو۔ اور جب کائنات کے گوشے گوشے میں ہر طرف آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے والے حقائق مثلاً Design (منصوبہ) PLAN (پلان) ORDER ترتیب۔ نظم و نسق ما معاملہ

Marfat.com

در پیش آئے۔ تو یہی شخص دفعتہً ضعفِ بصارت کا اقرار ہی نہ کر دے بلکہ اپنے انکار کو سائنس کے انکشافات کی روشنی میں پایۂ اثبات تک پہنچانے کی لاطائل سعی میں قلابازیاں کھاتا پھرے۔ اور انسانی مقصدِ تخلیق اور بنی نوعِ انسانی کی تقدیر کے بارے میں محض حیرت و نادانی کے اظہار پر ہی اکتفاء کرے۔ اور اس ساری بحث کے دوران ایک بار بھی یہ خیال اُن کے ذہن میں نہ گذرے کہ کائنات میں منصوبے اور مقصود کا انکار کر کے وہ خود سائنس ہی کی حقیقت کا انکار کر رہا ہے۔ وہی سائنس جس کے انکشافات کے بل بوتے پر وہ منصوبے اور مقصود کے انکار کی راہیں تلاش کر رہا ہے۔ وہی سائنس جو اُس کے ذہن میں اس طرح سرائت کر چکی ہے۔ جس طرح کہ بدن میں روح۔ اے وائے انسانیت! وہی شخص جس سے ہمیں روشنی اور ہدایات کی توقع تھی۔ اور جس کی ذہانت و فطانت کے ساتھ ہم نے اپنے مسائل کے حل کی اُمیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ اور جس سے مصائب میں گھری ہوئی انسانیت حوصلہ افزا بات کی متمنی تھی۔ خود بھول بھلیوں کی اتاہ گہرائیوں میں اندھوں کی طرح اپنی راہیں ٹٹولتا ہوا گمراہی کے تیرہ تر کونوں کی طرف کھسک رہا ہے۔ جب کہ مجبور انسانیت ہتھکڑیوں اور بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت۔ ہوس کی ہوا سے بھڑکتے ہوئے مادہ پرستی کی آگ کے ایک ایسے جہنم کی طرف کھچتی ہوئی جا رہی ہے۔ جو غضبناک ہو کر گدھے کی طرح ہینگ رہا ہے اور افعی کی طرح پھنکار رہا ہے۔ لیکن انسانیت پھر بھی اس کی جانب

Marfat.com

کھچتی چلی جا رہی ہے۔ تاہم ہم سر جیمز جینز کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں۔ جس نے سائنس کی موجودہ پوزیشن کی صحیح تصویر پیش کی ہے۔ اور بڑی چابکدستی سے یہ ظاہر کیا ہے کہ آج کی سائنس انسانیت کے اعلیٰ ترین سوالوں کے جواب دینے سے قطعی طور پر قاصر ہے۔

قران حکیم اور غیر سائنسی فلسفی کے متعلقہ فلسفی رجحان کا موازنہ:۔

فلسفہ جیسا کہ ان محولہ بالا بارہ صفحوں میں پایا جاتا ہے۔ پڑھ لیا گیا ہے۔ اور اس کے رجحانات واضح ہو چکے ہیں۔ اس کے مقابلے میں قرانی فلسفہ ہم بعد میں دیں گے۔ البتہ ہم دو فلسفوں کے رجحانات کا ہلکا سا خاکہ پیش کریں گے:۔

(ا) زندگی غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کی نگاہ میں مقابلتہً کم مایہ ہے۔ لہذا نہ تو خالق کی خصوصی دلچسپی یا منصوبے یا مقصود ہی کے لائق ہے۔ اور نہ ہی حشر نشر۔ سزا و جزا اور دوسری دنیا ہی کے لائق ہے۔ لیکن قران حکیم جہاں ایک طرف اس عارضی زمینی زندگی کی کم مائیگی اور بے حقیقتی سے خبردار کرتا ہے۔ وہاں دوسری طرف اس عارضی زندگی کے مقابلے میں آخرت کی زندگی کی اہمیت جتا کر اس عارضی زندگی کی کم مائیگی کے باوجود اس عارضی زندگی کی اہمیت کا اس لئے مقر ہے کہ اسی پر آخرت کی زندگی کی بنیاد ہے۔ ورنہ یہ زمین اور اس پر موجود زندگی کو قران حکیم نے بھی اتنا ہی حقیر جانا ہے جتنا کہ سائنس دان نے لیکن جہاں سائنس دان زندگی کی کم مائیگی کے سبب قیامت تک کا انکار کر رہا ہے۔ قران حکیم اس زمین پر رہنے والی زندگی میں خالق کی مخصوص دلچسپی کا ثبوت اس امر سے

Marfat.com

پیش کرتا ہے کہ ساری کائنات اس کی زندگی کی خدمت میں مصروف ہے۔

(ب) غیر سائنسی سائنس دان فلسفی نے زمین کی تخلیق کو اتفاقی حادثے کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور زندگی کو اتفاق کے اندھے کھیل کا ماحصل گردانا ہے۔ لیکن قران حکیم نے کسی بھی ایسی بات کی قطعی تردید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ ایک سمیع" بصیر اور قادر علیم رب کی تخلیق میں حادثے اور اتفاق کو کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر کام عین خالق کے منصوبے اور مرضی اور منشاء کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔

(ج) غیر سائنسی سائنس دان فلسفی نے انسان کی تخلیق کے مقصد کے بارے میں سوائے حیرت اور الجھاؤ کے اور کچھ نہیں کہا۔ جب کہ قران حکیم نے انسانی تخلیق کا مقصد واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ وہ ہے اللہ کی عبادت۔ اور یہ کہ انسانی زندگی ایک آزمائش ہے جو اللہ کرتا ہے تاکہ وہ جانے کہ " ان میں عمل کس کا اچھا ہے"۔

(د) غیر سائنسی سائنس دان فلسفی نے زندگی کے اختتام کو قطعی قرار دیا ہے۔ اور کسی قسم کی بعث بعد الموت یا قیامت وغیرہ کو خارج از امکان کہا ہے۔ اور اس بات کا ماتم کیا ہے کہ زمین پر زندگی کے خاتمے کے ساتھ سارے انسانی کاوشوں کے نتائج بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی کے ساتھ ہی فنا ہو جائینگے۔ لیکن اس کے خلاف قران حکیم نے حشر و نشر بعث بعد الموت۔ سزا و جزا۔ اور قیامت کو ایک اٹل اور ناقابلِ، انکار حقیقت قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لوگوں کی کاوشوں کے

نتائج دنیا میں دفن نہیں ہوں گے۔ بلکہ آدمی کے ساتھ جائیں گے۔ اور ان کے مطابق اگلی دنیا میں ہر ایک کے مقام کا تعین ہو گا۔

یاد رکھئے۔ کہ قران حکیم کو حقیقی سائنس سے کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سائنس قدرت کے اصولوں کے یقینی علم کا نام ہے۔ ایسا علم جس کا ٹھوس ثبوت مہیا کیا جا سکتا ہو۔ لیکن نہ تو قران حکیم اس قسم کے فلسفے کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ غیر سائنسی سائنس دان فلسفی نے پیش کر دکھایا ہے۔ اور نہ ہی سائنس کو یہ حق دیتا ہے۔ کہ جس بات کا ثبوت سائنس ٹھوس بنیادوں پر بہم نہیں پہنچا سکتی۔ اُس کا سرے سے انکار کر دے۔

فلسفی کا یہ فلسفہ جدید قسم کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کا مثالی نمونہ ہے:-

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کا یہ فلسفہ جدید قسم کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کا مثالی نمونہ ہے۔ اور اس قسم کی عیب کے فلسفی پر ھمزہ ۔لمزہ (جو قرانی اصطلاحیں ایٹم بم کی پیشین گوئی میں استعمال کی گئی ہیں) کا اطلاق ہوتا ہے۔

یہ فلسفہ قدیم الحاد کی صدائے بازگشت کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ اس میں ایک سائنس دان الحادی مسائل کا ثبوت بجائے منطقی طریقوں کے سائنس کے انکشافات کے ذریعے مہیا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس فلسفے کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ عیب گوئی اور نکتہ چینی کی ایک جدید صورت ہے۔ تاہم وہ نکتہ جو اس فلسفے کی حقیقت کو سمجھنے کے بعد سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ سائنسی انکشافات جو اس سائنس دان نے اپنی الحادی نظریات

Marfat.com

کی بنیاد بنائے ہیں۔ وہی انکشافات برابر قوت کے ساتھ دین و ایمان کے نظریات کے اثبات کی بنیاد بنائے جا سکتے ہیں۔ ایک اور بات جو ہماری توجہ کی مستحق ہے۔ وہ ہے سائنس دان کی قابلِ تعریف دیانت داری (سائنس کے معاملے میں) کے علاوہ سائنسی علوم میں اُس کی گہرائی اور گیرائی۔ وہی سائنس کی موجودہ کیفیت کو خوب سمجھتا ہے۔ وہ علم کی دنیا میں سائنس کی موجودہ پوزیشن ہی کو نہیں سمجھتا۔ وہ اس کی موجودہ حدود و ثغور کو ہی نہیں پہچانتا۔ بلکہ وہ اس کے محاسن و عیوب کو بھی اپنے سامنے رکھ سکتا ہے۔ وہ جب سائنس کے متعلق لکھنے بیٹھتا ہے۔ تو بڑی ہوشیاری اور بڑی چابکدستی سے ایک ایک حقیقت کی صحیح صحیح عکاسی۔ اور تصویر کشی کرتا ہوا چلتا ہے۔ اور جہاں کہیں ظن و قیاس کی وادی میں قدم رکھتا ہے۔ تو اُس کی عبارت۔ "اگر مگر۔ اگرچہ مگرچہ۔ چونکہ چنانچہ۔ شائید۔ لیکن۔ ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے"۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسی اصطلاحوں سے مملو نظر آئے گی۔ کیونکہ وہ حقیقت کو سمجھتا ہے۔ لیکن اُس کے مقابلے میں ایک غیر سائنس دان کسی سائنسی مسئلے پر قلم اُٹھاتا ہے۔ تو وہ حقیقت۔ ظن۔ قیاس۔ گمان۔ وغیرہ جیسی کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور ہر بات کو حقیقت کے پیرائے ہی میں لکھتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور ایسے حضرات کی ایسی تحریریں پڑھ کر ہنسی پھوٹ پڑتی ہے۔ لیکن اگر یہ حضرت کسی ایسے موضوع پر طبع آزمائی کر رہے ہوں۔ جس میں سائنس اور قران حکیم دونوں موجود ہوں تو پھر رونا آتا ہے۔ کیونکہ قران حکیم کا معاملہ ہے۔ اور ایک شخص سائنس سے ناواقفیت

Marfat.com

ی بنا پر قران حکیم کے بارے میں اندھا دھند غلطیوں پر غلطیاں کیۓ جا رہا ہے۔ ہر چیز کو کھچڑی بنا دیتا ہے۔ اور طرفہ تماشا یہ کہ خود نہیں جانتا۔ کہ کیا کر رہا ہے بلکہ اپنی سادگی۔ اپنی معصومیت اور اپنی نادانی کے طفیل تحسین و آفرین کی توقع رکھتا ہے۔ فلسفے کی حدود میں سائنس کو لے کر چلنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اور حتیٰ الوسع اس سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ علم کی حدود بے پایاں ہو چکی ہیں۔ اور عمر، فانی وفا نہیں کرتی۔ اور جس مضمون پر ۔ موضوع پر۔ مفروضے پر چاہیں۔ طبع آزمائی کریں۔ لیکن جب سائنس فلسفے کی حدود میں داخل ہو کر مذہب سے بالخصوص اسلام سے اور قران حکیم سے میل کرتی ہے۔ یا متصادم ہوتی ہے تو آپ بڑی چابکدستی سے سائنس پر سے چھلانگ لگا کر واپس ہو جائیں۔ اور یا پھر نصف صدی کا علمی چلّہ مکمل کریں۔ مثال کے طور پر سر جیمز جینز نے جو سورج سے زمین کی علحدگی کے متعلق اپنی تھیوری پیش کی ہے۔ اور جو ہم اُس کے بارہ صفحوں میں قارعینِ کرام کے گوش گذار کر چکے ہیں۔ اُس کی عبارت کی باریکیوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو پورا بیان ایک تجویزی اور غیر یقینی اور مشتبہ انداز میں لکھا ہوا ملے گا۔ لیکن یہی بات اگر غیر سائنسی مصنف یا مترجم کبھی اپنے طوز پر لکھے گا۔ تو ساری غیر یقینیت کو یکسر بر طرف کر کے سارے بیان کو حقیقت، ایک ثابت شدہ حقیقت کے سانچے میں ڈھال دے گا۔ اور پھر اپنے آپ کو انعام کا مستحق ٹھہرائے گا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا۔ کہ اُس کی غلط تحریر نے قران حکیم کا۔ اسلام کا۔ مسلمان کا۔ اور انسانیت کا

Marfat.com

کس قدر نقصان کیا ہے۔ اتنا ہی نقصان جتنا کہ ایک پایہ کا سائنس دان دین و ا
سے بیزاری کا اظہار کر کے کرتا ہے۔ ظاہراً تو یہ نظر آتا ہے۔ کہ ایک سائنس دان
سائنس کی روشنی تکوینی اسرار و رموز مجسم کر کے دکھا دے۔ لیکن قران حکیم کی ب
سچی ہے۔ کہ ایمان نہ لانے والوں کو نہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور نہ ہی سمجھا
والے ہی ایمان کی دولت سے مالا مال کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر سائنس دان دولت، و
سے بہرہ ور ہو کر قران حکیم کے خادم ہو جائیں۔ تو وہ اسلام کی بیش بہاء خد
سرانجام دے سکتے ہیں۔ اور یہی سائنس جو اپنی بے شمار نعمتوں کے باوجود انسا
کے لئے ایک جہنم تخلیق کر کے اُسے بھڑکا بھی چکی ہے۔ اور کسی بھی لمحے
انسانیت۔ ایک مخمور ایک محصور۔ ایک مجبور۔ انسانیت کو اُٹھا کر اس جہنم
دھکیل سکتی ہے۔ یہی سائنس اگر مشرف بہ اسلام ہو جائے۔ اگرچہ مسلمانوں
اکثریت اس بات سے قطعی طور پر لا علم ہے کہ سائنس کے مشرف بہ اسلام ہو
کے کیا معنی ہیں۔ تو یہی سائنس اس انسانیت کی بربادی کا سامان بننے کی بجائے ا
کی ضروریاتِ زندگی کے حصول میں انتہائی طور پر ممد ثابت ہو سکتی ہے۔ اور ا
سائنس مشرف بہ اسلام نہ کی جا سکی۔ تو وہ تباہی جو بہت جلد ہی یہی سائنس
انسانیت پر لانے والی ہے۔ اُس تباہی کو بیان کرنے کی خاطر انسانی تاریخ میں
ہونے والے بڑے سے بڑے لسان۔ بڑے سے بڑے مقرر۔ بڑے سے بڑ
شاعر۔ کو دعوت دیجئے۔ کہ بیان کرے۔ ان میں سے کسی کی طاقت نہیں۔ کہ اپنا

نم یا ذہنی جہنم کو بیان کر سکے۔ البتہ کسی گونگے کو اس مقصد کے لئے سٹیج پر لاؤ۔
ایک اشارے میں سب کچھ بیان کر سکتا ہے۔ وہ کون سا اشارہ ہو گا۔ یہ بات ہم
رعین کرام کی صوابدید پر چھوڑتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔ اور اب ہم سر جیمز جینز
کے بارہ صفحوں میں بیان کئے ہوئے فلسفے کو قرانی فلسفے سے ٹکراتے ہیں۔ اس مقصد
کے حصول کی خاطر ہم نے اپنے مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:-

۱) سائنس دان کا غیر سائنسی فلسفہ اور اس کا موازنہ قرانی فلسفے سے،
۲) خوفزدہ سائنس دان اور قران حکیم کے دلاسے۔
۳) قران حکیم کی معجزانہ پیش بینی کی جھلکیاں سر جیمز جینز کے بارہ صفحوں کے ضمن میں۔

Marfat.com

تیسرا باب

سائنس کے فلسفے کے مقابلے میں قرآنی فلسفہ:۔

جب بھی ہم سائنس دان کا نام لیتے ہیں۔ تو ہمارا مقصد اس کتاب میں غ

سائنسی سائنس دان فلسفی ہو گا۔

زمین کی مادی کم مائیگی میں مقصود، تخلیق۔ الہیاتی منصوبے اور قیامت کی نفی

جواز۔

زمین کی مادی کم مائیگی کی بنیاد پر سائنس دان زندگی اور کائنات میں منصوبے۔ مقصود اور قیامت کی نفی کا جواز تلاش کرتا ہے۔ نہ ہی اسے یہاں کوئی ترتیب ہی نظر آتی ہے۔ نہ اس زمین میں ہی خالق کی دلچسپی کا کوئی مظاہرہ نظر آ ہے۔

(ا) کائنات کی شان و شوکت زمین کے مقابلے میں:۔

سائنس دان کہتا ہے:۔

"چند ستارے ایسے بھی معلوم ہیں۔ جو کہ زمین سے کچھ زیادہ بڑے نہیں۔ مگر اکثریت ایسے ستاروں کی ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک میں اگر لاکھوں زمینیں ڈال دی جائیں۔ تب بھی کچھ نہ کچھ جگہہ بچ رہے۔ یہاں وہاں بعض دیو قامت ستارے ایسے بھی نظر پڑتے ہیں۔ جن میں کھربوں زمینیں سما جائیں۔ آسمان پر ستاروں کی تعداد غالباً اتنی ہے۔ جتنے کہ روئے زمین کے سارے سمندری ساحلوں

Marfat.com

پر ریت کے ذرے۔ اس طرح اس کائنات کے سارے مادی عنصر کے مقابلے میں
ہماری اس بستی (زمین) کی کم مائیگی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے"۔

(مائسٹریئس یونیورس صفحہ نمبرا)

نیز وہ رقبہ جس میں زندگی رہ سکتی ہے۔ بہت کم ہے۔ سائنس دان کہتا ہے:۔

" ستارے سخت گرم ہونے کی بنا پر زندگی کے لئے ناموزوں ہیں۔ ہم انہیں آگ کے گولوں کا ایک اجتماع تصور کر سکتے ہیں۔ جو کہ ساری خلا میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور ایک ایسے ماحول میں حرارت مہیا کر رہے ہیں۔ جہاں درجہ حرارت صفر مطلق سے زیادہ سے زیادہ چار درجے اوپر ہو سکتا ہے۔ ہمارے فارن ہیٹ سکیل پر پالے کے تقریباً ۴۸۴ درجے۔ اور خلا کی وسیع پٹیوں میں جو کہکشاں سے ورے واقع ہیں۔ درجہ حرارت اس سے بھی نیچے ہوتا ہے۔ ان آگ کے گولوں (ستاروں) سے دور سینکڑوں درجے پالے کی ناقابلِ تصور سردی۔ ان کے قریب ہزار ہا درجے کا ٹمپریچر جس میں تمام ٹھوس اجسام پگل جائیں۔ تمام مائع چیزیں ابلنے لگیں۔

زندگی فقط ایک تنگ منطقہ معتدلہ میں رہ سکتی ہے۔ جوان آگ کے گولوں میں سے ہرایک کے گرد ایک معین فاصلے پر تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ ایسے منطقوں سے باہر زندگی منجمند ہو جائے۔ اُن کے اندر کی طرف (ستاروں کی جانب) ہو تو حرارت سے تڑ مڑ جائے۔ ایک عام اندازے کے مطابق ایسے منطقے جن میں زندگی کا قیام ممکن ہے۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے۔ تو بھی ان کا حجم ساری کائنات

Marfat.com

کے ہزار کھربویں حصے سے بھی کم بنتا ہے۔ ایسے منطقوں کے اندر بھی زندگی بڑی کمیاب ہو گی۔ کیونکہ آفتابوں کے لئے سیاروں کو اپنے آپ سے الگ کرنا۔ جیسا کہ ہمارے آفتاب نے کیا ہے۔ ایک ایسا غیر معمولی حادثہ ہے۔ کہ ایک لاکھ ستاروں میں تقریباً ایک ستارہ ایسا ہوتا ہے۔ جس کے گرد ایک سیارہ اس چھوٹے سے منطقے میں گردش کر رہا ہے۔ جس میں زندگی کی نمو ممکن ہے (یعنی زمین کی مادی کم مائیگی کی وجہ سے)۔

اور اسی سبب سے:-

۔" یہ بات ناقابلِ تسلیم معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس کائنات کو بنیادی طور پر (زمین پر پیدا ہونے والی) اس زندگی کی خاطر تخلیق کیا گیا۔ جیسی کہ ہماری زندگی (اس زمین پر) ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی۔ تو یقیناً ہم بجا طور پر مشری (کائنات) کے قد کاٹھ اور پیداوار (زمین پر اُگنے والی زندگی) کی مقدار کے درمیان بہتر تناسب کی توقع کرتے۔ پہلی نظر میں تو کم از کم یہ زندگی ایک نہائت ہی کم مایہ اور ثانوی قسم کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔ ہم زندہ چیزیں شاہراہ سے ہٹ کر ہیں"۔

(The Mysterious Universe page4-5 ۔مائسٹیریَس یونیورس صفحہ ۴-۵)

اب قران حکیم کے مطابق ستاروں کا مقصود قطعی طور پر زندگی کی بستیاں ہونا نہیں۔ ان کے وجود کا مقصد یا تو دنیا کو خوبصورت بنانا ہے۔ یا وہ زمین اور سمندر کے اندھیروں میں راہنمائی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ صرف زمین ہی زندگی کے مقصد کی خاطر وجود میں لائی گئی ہے۔ اور قران حکیم کے مطابق وہ اس

Marfat.com

مقصد کے لئے نہائت موزون ہے۔ اور یہ کہ وہ (یعنی زمین) کافی بڑی ہے۔ اب اوپر جو حوالے میٹسٹریس یونیورس میں سے دئے گئے ہیں۔ اُن کو ذہن میں رکھئے۔ اور اُن کا جواب قران حکیم کی زبانی سنئے۔ اور پھر قران حکیم کے بیان کی روشنی میں اندازہ لگائیں۔ کہ ایسا جواب جو سر جیمز جینز کی تحریر کے جواب میں بارہ صدیاں تا تیرہ صدیاں قبل تیار کر رکھا ہے۔ اگر ایک معجزہ نہیں تو پھر کیا ہے۔ سائنس دان نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ زمین اور آسمان کے حساب لگائے ہیں۔ صرف یہ ثابت کرنے کے لئے ۔کہ یہ زمین اور اُس پر اُگنے والی زندگی اس قابل نہیں۔ کہ اتنی بڑی کائنات کے خالق کی توجہ کا مرکز بن سکے (یعنی یہ نہائت ہی تنگ ہے۔ نہایت ہی چھوٹی ہے) لیکن اب قران حکیم کا جواب سنئے۔ اور اگر آپ کچھ سمجھ رکھتے ہیں۔ تو پھر جواب کی داد دیجئے۔ قران حکیم کی یہ لیاقت ہے۔ جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے انسانوں اور جنوں کو چیلنج کر دیا ہے۔ اب سنئے قران حکیم کا ارشاد ہے:-

یعبادی الذین امنوا ان ارضی واسعة فایای فاعبدون۔ کل نفس ذائقة الموت ثمه الینا ترجعون۔ والذین امنوا و عملوا الصلحت لنبوئنهم من الجنته غرفا تجری من تحتها الانهر خلدین فیها نعم اجر العملین۔ الذین صبروا و علی ربهم یتوکلون۔

"اے میرے بندو! جو یقین لائے ہو۔ میری زمین کشادہ ہے۔ سو میری ہی بندگی کرو۔ ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور پھر ہماری طرف لوٹ کر

Marfat.com

آؤ گے۔ اور وہ لوگ جو یقین لائے۔ اور اچھے عمل کئے۔ ان کو ہم بہشت میں جگہ دیں گے۔ بالاخانوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ کام والوں کے لئے خوب ثواب ہے۔ جنہوں نے صبر کیا۔ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا"۔

(۲۹ العنکبوت ۵۶ تا ۵۹)

سائنس دان نے کہا "زمین تنگ ہے۔ چھوٹی ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے کہا "نہیں۔ بلکہ کشادہ ہے"۔ سائنس دان نے کہا "خدا کو ایسی چھوٹی زمین میں دلچسپی نہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے کہا "نہیں۔ دلچسپی ہے۔ تم میری ہی عبادت کرو۔ تاہم اگر تم اس زمین کو تنگ تصور کرتے ہو تو کوئی بات نہیں۔ یہاں سے تم کو جلد لوٹا لیا جائے گا۔ جہاں ایمان والوں اور عمل صالح والوں کے لئے بڑے بڑے اونچے اونچے بالا خانے ہوں گے۔ اور وہاں اس زمینی زندگی کیطرح موت کا کچھ ڈر نہ ہو گا۔ بلکہ تم ہمیشہ وہاں رہو گے"۔ دیکھ لیا آپ نے کتنا کھرا کھرا جواب ہے قران حکیم کا۔

(ب) لیکن آگے اور بھی سنئے۔ سائنس دان نے اس زندگی کو حقیر کہا۔ مادی لحاظ سے۔ کائنات کے مقابلے میں۔ مگر قران حکیم بھی اس زندگی کو حقیر کہتا ہے۔ لیکن آخرت کے مقابلے میں۔ سائنس دان نے کہا۔ اس زندگی کے ساتھ سب معاملہ ختم ہوا۔ لیکن قران حکیم کہتا ہے۔ نہیں آگے چلے گا۔ قیامت کو۔ سائنس دان نے اس زندگی کو بالکل ہی ناکارہ قرار دیا۔ مگر قران حکیم نے کہا۔ نہیں۔ بالکل ناکارہ نہیں۔

Marfat.com

بلکہ آخرت کی کھیتی ہے۔ سو قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

کل نفس ذائقة الموت۔ وانما توفولجورکم یوم القیمة ۔فمن ذحرح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز۔ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

"ہر جی کو چکھنی ہے موت۔ اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن۔ پھر جو کوئی دوزخ سے دور کیا گیا۔اور جنت میں داخل کیا گیا۔ وہ کامیاب ہوا۔ اور یہ زمینی زندگی توسوائے دھوکے کی پونجی کے کچھ نہیں"

(۳ آلِ عمران۔ ۱۸۵)

(ج) اور آگے سنئے:۔

سائنس دان نے کہا۔ یہ زمین چھوٹی ہے۔ تنگ ہے۔ تو قران حکیم کہتا ہے۔ اگلی دنیا میں نیک لوگوں کے لئے جنت ہو گی۔ جو زمین اور آسمان یعنی ساری کائنات کے برابر ہے۔ تم بھی اس کے لئے دوڑ لگاؤ۔

سابقوا الی مغفرة من ربکم و جنة عرضها کعرض السماء و الارض اعدت للذین امنوا باللّٰه و رسله ذلک فضل اللّٰه یوتیه من یشاء واللّٰه ذو الفضل العظیم

"دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف اور بہشت کو۔ (ایسی بہشت) جس کا پھیلاؤ ایسا ہے۔ جیسا کہ آسمان اور زمین کا۔ جو ان لوگوں کے واسطے تیار رکھی ہے جو اللہ تعالی اور اس کے رسولوں پر یقین لائے۔ یہ فضل اللہ کا ہے۔ جسے چاہے عنائت کرے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے"۔

(۵۷ ۔ الحدید ۲۱)

Marfat.com

سائنس دان نے شکائت کی کہ یہ زمین ہماری بستی چھوٹی ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے۔ کہ اگلے جہان میں کافروں کو مچھلیوں کیطرح پیک کر دیا جائے گا۔

واذا القوا منہا مکانا ضیقاً مقرنین دعوا ھنا لک ثبورا۔ لا تدعوا الیوم ثبورا و ا حدا و ادعوا ثبورا کثیرا۔ قل اذلک خیر ام جنة الخلد التی وعد المتقون۔ کانت لھم جزاء و مصیرا۔ لھم فیھا ما یشاؤن خلدین۔ کان علی ربک وعدا مسئولا۔

"اور جب ڈالے جائیں گے۔ دوزخ کے اندر۔ ایک تنگ جگہ میں۔ اور وہ ایک زنجیر میں کئی بندھے ہوئے ہوں گے۔ تو وہ اس جگہ موت کو پکاریں گے۔ آج ایک موت کو مت پکارو۔ کئی کئی موتوں کو پکارو۔ تو کہہ۔ بتاؤ کہ یہ حالت بہتر ہے یا وہ جاوداں باغ جس کا وعدہ پرہیزگاروں کے لئے ہو چکا۔ وہ ان کا بدلہ ہو گا۔ اور ان کے لوٹ کر جانے کی جگہ۔ ان کے واسطے وہاں موجود ہے۔ جو وہ چاہیں۔ اور وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ وعدہ تیرے رب کے ذمہ ہو چکا۔ ایک حتمی وعدہ"۔

(۲۵ ۔ الفرقان۔ ۱۳ تا ۱۶)

حادثاتی تخلیق:۔

ہمارے سائنس دان کے مطابق زمین ایک حادثے کے نتیجے میں رونما ہوئی ہے۔ اور زندگی اتفاق کے اندھا دھند کھیل کی پیداوار ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر ایسی مخلوق کو منصوبہ۔ مقصود۔ دلیل یا معنی سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن حکیم اس کے بالکل برعکس۔ زمینی مخلوق کو ایک یقینی منصوبے۔ پلان۔ اور خاص مقصد کے ساتھ

Marfat.com

مربوط کرتا ہے۔ ایک ایسی مخلوق جو ہر گھڑی ایک چوکس خالق کی سرپرستی میں پیدا ہوئی۔ اور پروان چڑھی ہے۔ ایک ایسا خالق جسے اس مخلوق کی ادنیٰ سے ادنیٰ نوع میں بھی خصوصی دلچسپی ہے۔

اتفاق کا اندھا کھیل:۔

سائنس دان کہتا ہے:۔

" ایسی کائنات میں ہم ٹپک پڑے ہیں۔ اگر قطعی غلطی سے نہیں تو کم از کم اس چیز کے نتیجے میں جسے موزونیت کے ساتھ حادثے کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ایسے لفظ یعنی حادثہ کا استعمال حیرت کا موجب اس لئے نہ ہو جائے کہ ہماری زمین موجود ہے۔ کیوں کہ حادثے تو بہر حال ہوتے رہیں گے اور اگر یہ کائنات کافی عرصہ تک قائم رہی تو کبھی نہ کبھی ہر امکانی قسم کا حادثہ رونما ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ ہکسلے تھا۔ جس نے کہا کہ چھ بندر اگر ٹائپ رائٹروں پر ٹائیپ کرنے بٹھا دیئے جائیں۔ اور وہ بے دھیانی میں کھربوں سال ٹائپ کرتے رہیں۔ تو یہ امر یقینی ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی وہ لاکھوں کتابیں جو برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ ٹائپ کر لیں گے۔ اگر ہم آخری صفحہ غور سے پڑھیں۔ جو ایک خاص بندر نے ٹائپ کیا تھا۔ اور ہمیں پتہ چلے کہ اس بندر نے اپنی اندھا دھند ٹائپنگ میں محض اتفاق سے شکسپیئر کا ایک نغمہ ٹائپ کر دیا ہے۔ تو ہمیں حقیقتہً اس واقعہ کو ایک امتیازی حادثہ قرار دینا چاہیئے۔ لیکن اگر ہم وہ لاکھوں صفحے جو بندروں نے بے شمار کروڑوں سالوں

Marfat.com

میں ٹائپ کیئے تھے۔ پڑھیں تو اُن میں شیکسپیئر کا نغمہ پالینا ایک یقینی امر ہو سکتا ہے۔ یعنی "اتفاق کے اندھے کھیل کا ماحصل"۔ بعینہ کھربوں سال کے دوران کھربوں اندھا دھند گھومتے ہوئے ستاروں کے ہجوم کا ہر قسم کے حادثہ سے دوچار ہونا ایک لابدی امر ہے"۔

(مسٹریئس یونیورس صفحہ نمبر ۳۔۴)

سائنس دان بہرحال اس اتفاقی تخلیق کے معاملے میں خود تذبذب کا شکار ہے۔ چنانچہ کہتا ہے:-

"ہمیں یہ معلوم نہیں۔ کہ آیا موزوں طبعی حالات (شرائط) ہی بذات، خود زندگی کے پیدا کرنے میں کافی ہیں۔ ایک مکتبِ فکر کا خیال ہے۔ کہ جوں ہی زمین بتدریج ٹھنڈی ہوتی گئی۔ یہ امر طبعی تھا۔ بلکہ لابدی تھا۔ کہ زندگی نمودار ہو جائے۔ ایک دوسرے مکتبِ فکر کا خیال ہے۔ کہ ایک حادثے (جس سے زمین وجود میں آگئی تھی) کے بعد ایک دوسرا حادثہ (زمین پر) زندگی کو پیدا کرنے کے لئے ضروری تھا۔ زندہ جسم کے مادی اجزاء قطعی طور پر معمولی کیمیاوی ایٹم ہیں۔ کاربن جیسی کی ہمیں چراغ کی کالک یا کاجل میں ملتی ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن جیسا کہ ہمیں پانی میں ملتی ہے۔ نائٹروجن جیسا کہ فضا کے جزو وافر کے طور پر موجود ہے۔ اور اسی طرح ہر قسم کا ایٹم جو زندگی کے لئے ضروری ہے۔ زمین جب پہلے پہلے وجود میں آئی ہو گی۔ تو اس پر موجود ہو گا۔ وقفوں پر۔ ایٹموں کا ایک گروپ ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ کو اس باہمی ترتیب سے جوڑے۔ جس ترتیب میں کہ ایٹم زندہ خلیے میں

جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ لامحالہ۔ بشرطیکہ کافی وقت اُن کو دیا جائے تو وہ یقیناً ایسا کریں گے۔ اتنا ہی یقیناً۔ جتنا یقیناً کہ بندر (بشرطیکہ اُن کو کافی وقت دیا جائے) شیکسپیر کا نغمہ ٹائپ کریں گے۔ لیکن تب کیا وہ زندہ خلیے ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں کیا زندہ خلیہ فقط معمولی ایٹموں کا ایک ایک گروپ ہے۔ جو کسی غیر معمولی ترتیب سے جڑے ہوئے ہیں۔ یا یہ کچھ اور بھی ہیں۔ کیا یہ فقط ایٹم ہیں۔ یا ایٹم جمع زندگی ہیں۔ یا اسی بات کو دوسرے انداز میں کہا جائے۔ اور وہ یہ کہ کیا ایک کافی ماہر کیمیا دان ضروری ایٹموں سے زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ جس طرح کہ ایک لڑکا میکانو سے ایک مشین تیار کر لیتا ہے اور پھر اسے چلادیتا ہے۔ یعنی ایک لڑکا کترنوں کے ڈھیر سے ایک مشین تخلیق کر لیتا ہے۔ اور پھر اس کو چلا دیتا ہے۔ اس بات کا جواب ہم کو معلوم نہیں۔ جب یہ جواب آئے گا۔ تو اپنے ساتھ کچھ وضاحت اس بات کی لائے گا۔ کہ آیا خلاء میں دوسری دنیائیں بھی ہماری اس دنیا کی طرح آباد ہیں۔ اور اس طرح زندگی کے معنی کی تعبیر پر سخت اثر انداز ہوگا۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ اس فکری انقلاب سے کہیں بڑھ کر فکری انقلاب پیدا کرے۔ جو گلیلیو کی فلکیات یا ڈارون کی حیاتیات نے پیدا کیا"

(میسٹرئس یونیورس صفحہ ۶۵)

سائنس دان کے مطابق زمین کی پیدائش حادثاتی ہے۔ سو وہ کہتا ہے:۔

" تاہم ہم مانتے ہیں۔ کہ تقریباً دو ارب سال پیشتر یہ امرِ محال وقوع پذیر

Marfat.com

ہوا۔ وہ اس طرح کہ ایک دوسرا ستارہ خلا میں بے مقصد گھومتا ہوا۔ سورج کے قریب ایک اثر انداز فاصلے پہنچ گیا۔ اور جس طرح کہ سورج اور چاند زمین کی سطح پر مدوجزر کی لہریں اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح اس ستارے نے سورج کی سطح پر مدو جزر کی لہریں اٹھائی ہوں گی۔ مگر وہ لہریں ان لہروں سے قطعی مختلف ہوں گی۔ جو چاند کا چھوٹا سا حجم ہمارے سمندروں میں اٹھاتا ہے۔ ایک عظیم لہر سورج کی سطح پر رواں ہوئی ہو گی۔ جس نے بالاخر ایک بلند وبالا پہاڑ کی شکل اختیار کر لی ہو گی۔ جوں جوں کہ اس تموج کی وجہ قریب سے قرب آتی گئی ہو گی۔ یہ پہاڑ بلند سے بلند تر ہوتا گیا ہوگا۔ اور اس سے قبل کہ دوسرا (اثر انداز ہونے والا) ستارہ دور ہٹنا شروع کر دے۔ اس کا تناؤ اتنا بڑھ گیا ہوگا۔ کہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوگا۔ اور اس نے اپنے ٹکڑے اس طرح پھینک دیئے ہوں گے۔ جس طرح کہ ایک لہر چھڑکاؤ کر دیتی ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس قت سے اپنے مبداء یعنی سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ یہ سیارے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے جن میں ہماری زمین بھی ایک ہے"۔

(مائسٹریئس یونیورس صفحہ ۱۔۲)

اللہ تعالیٰ کے زیر نگرانی کسی حادثے یا اتفاق کی گنجائش نہیں۔ سائنس دان کے ان پیراگرافوں کو غور سے دیکھئے۔ جو تخلیق کو حادثہ اور زندگی کو اتفاق کا اندھا کھیل کہتے ہیں۔ اول سے آخر تک غیر یقینی انداز ہی میں بات کی گئی ہے۔ ظن و گمان و قیاس پر مبنی باتیں ہیں۔ اور یقیناً سائنس کی سپرٹ کے سراسر خلاف ہیں۔ سائنس ٹھوس

Marfat.com

اور ثبوت شدہ بات کو یقینی سمجھتی ہے۔ باقی کسی قیاسی بات کو در خورِ اعتناء نہیں
سمجھتی۔ جہاں تک معاملہ خود خالق اور قوانین قدرت کا ہے۔ تو اس معاملے میں
حادثے یا چانس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہمیں اس خصوصی سائنس دان
کی باتیں سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ یہ بات انسانی حماقت کی
حدود میں ہے کہ قدرت کے کاموں پر بھی حادثے یا چانس کا اطلاق کرے۔ خالق نہ
نشے میں ہوتا ہے۔ نہ اس کے سر کو چکر آتا ہے۔ نہ اُس پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ نہ
وہ ساری مخلوق کے عمل سے لاعلم ہوتا ہے۔ نہ ہی مجبور ہوتا ہے۔ کہ قدرت کے
کاموں میں حادثہ رونما ہو جائے۔ نہ ہی اس امر میں کسی حادثے کا امکان ہی ہے۔
جس دن بھی قدرتی قوانین میں ذرہ بھر بھی کمزوری آئی۔ اُس دن یہ کائنات
ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ یہ تو ہم انسان ہیں۔ جو حادثے میں گرفتار ہو جاتے ہیں
۔ اور اس کا سبب ہماری کمزوریاں۔ ہماری لاعلمی۔ ذہانت کی کمی اور مجبوری ہے۔
کوئی بھی حادثہ اُس وقت تک وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ کسی مقام پر
کوئی نقص نہیں موجود ہو جاتا۔ لیکن جہاں خدا خود کنٹرول پر ہو۔ وہاں حادثے کا کیا
امکان ہے۔ اس لئے جب کبھی قدرتی اعمال یا کسی ایسی چیز کے معاملے میں بات
چیت ہو رہی ہو۔ جو بلا واسطہ خالق کے کنٹرول میں ہے۔ تو حادثے کا نام لینا ایک
غلطی ہی نہیں۔ بے شک کلمۂ کفر بھی ہے۔ ایک بم حادثے کے طور پر پھٹ سکتا
ہے۔ لیکن حادثہ کسی نقص یا کسی لاپرواہی کے نتیجے میں رونما ہوا۔ تاہم وہ قانون اور

Marfat.com

قواعد جو بم کے دھماکے پر لاگو ہوتے ہیں۔ وہ بدستور اپنا کام کریں گے۔ اگر وہ اپ
کام کرنا چھوڑ دیں۔ تو بم پھٹے کیسے؟ بلکہ بم بنے کیسے؟ یہ قدرت کے قوانین و قواعد
حادثے کے نام سے آشنا نہیں۔ اور وہ کبھی اپنی عادت کو بدلنے والے نہیں۔ یہ کبھی
نہیں ہو سکتا۔ کہ بم کے ٹکڑے پھول بن جائیں۔ اور یا یہ کہ حادثے کے طور
پر بارود کی آگ برف کی پتیاں برسانے لگے۔ البتہ اگر ہمارا سائنس دان تخلیق سے
منصوبے اور مقصد کا اخراج کرنا چاہتا ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کی خاطر
اسے خالق کی ذات کو اس کی تخلیق سے بدر کرنا پڑ رہا ہے۔ اور محض اسی مقصد کے
حصول کی خاطر اُسے حادثہ ۔چانس ۔ثانوی پیداور اور تناسب کے فقدان جیسی
عجیب و غریب اصطلاحیں گھڑنی پڑیں۔ تب اُسے جان لیناچاہیے۔ کہ وہ اپنی اس سعی
میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ اور ہمیں افسوس ہے۔ مگر ہم اُسے یہ حقیقت بتانے پر
مجبور ہیں۔ منصوبہ اور مقصود ایک بہت ہی مضبوط بنیاد پر کھڑے ہیں۔ اور اس
قسم کی اٹکل پچو باتوں سے انہیں اپنے مقام سے گرایا نہیں جا سکتا ۔ ایک بس
ڈرائیور کے ہاتھ میں تو حادثے ہوسکتے ہیں ۔لیکن آسمان اور زمین کی چابیاں کسی
بس ڈرائیور کے ہاتھ میں نہیں۔ وہ ایک دانائے کل۔ ہر جگہ موجود اور ہر چیز پر قادر
رب کے ہاتھ میں ہیں۔ چنانچہ قران حکیم نے فرمایا ہے :۔

له مقاليد السموات والارض والذين كفروا بايت الله اولئك هم الخسرون۔

Marfat.com

"اُسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور جو اللہ کی باتوں سے منکر ہوئے۔ وہی لوگ گھاٹے میں ہیں"۔

(۳۹۔ الزمر۔ ۶۳)

نہ ہی اس کا سر چکراتا ہے نہ ہی وہ لاعلم ہے کہ حادثہ واقع ہو جائے۔ بلکہ وہ تو قران حکیم کے مطابق۔ **انه هو السميع البصير**" وہی ہے سننے والا دیکھنے والا"۔

(۱۷ بنی اسرائیل ۱)

اور نہ ہی کمزور ہے نہ مجبور ہے کہ حادثے میں ملوث ہو جائے۔ قران حکیم میں ارشاد ہے:۔

ان ربک هو القوى العزيز۔

"بے شک تیرا رب وہی ہے زور والا اور زبردست"

(۱۱ هود ۶۶)

اور وہ ہر چیز کو خواہ آگے ہو یا پیچھے اچھی طرح سے دیکھ رہا ہے۔ قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو۔ و يعلم ما فى البر و البحر۔ وما تسقط من ورقة الا يعلمها ولا حبة فى ظلمت الارض ولا رطب و لا يابس الا فى كتب مبين۔

"اُس کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی۔ کہ اُن کو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ جانتا ہے۔ جو کچھ بھی خشکی یا تری میں ہے۔ ایک پتہ تک نہیں جھڑتا۔ اُس کے علم کے بغیر۔ اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں۔ اور نہ ہے کوئی چیز

Marfat.com

ہری یا سوکھی۔ جو اس کی کتاب مبین میں لکھی نہیں ہے"۔

(۶ الانعام ۵۹)

سائنس دان کہتا ہے:۔

" کھربوں سال کے دوران کھربوں اندھا دھند گھومتے ہوئے ستاروں کے ھجوم کا ہر قسم کے حادثے سے دوچار ہونا ایک لابدی امر ہے"۔ مگر قران حکیم کی رُو سے کوئی واقعہ بھی اللہ کی مرضی کے بغیر رونما نہیں ہو سکتا۔ جو قدرت کے قوانین کے ماتحت عمل پذیر ہوتا ہے۔ اور کوئی ستارہ کسی ستارے سے نہیں ٹکرا سکتا۔ جب تک اللہ کی یہی مرضی نہ ہو۔ قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولا اليل سابق النهار و كل فلك يسبحون۔

"نہ سورج سے ہو کہ پکڑے چاند کو۔ نہ رات آگے بڑھے دن سے۔ اور ہر کوئی اپنے اپنے چکر میں تیر رہے ہیں"۔

(۳۶ یٰسین۔ ۴۰)

اتفقی معاملہ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط و مستحکم نظامت ہے۔ قرا نحکیم کا ارشاد ہے:۔

يدبر الامر يفصل الايت لعلكم بلقاء ربكم توقنون۔

"ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اور نشانیاں ظاہر کرتا ہے۔ کہ شائید کہ تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو (یعنی قیامت پر ایمان لے آؤ)۔

(۱۳ الرعد۔ ۲)

Marfat.com

آسمان مضبوط کھڑے ہیں۔ اور کسی قسم کے حادثے کا امکان نہیں۔ جب بھی آسمان اور یہ ساری کائنات ختم ہو گی۔ تو ایسا صرف اللہ کی مرضی سے ہوگا۔ نہ کہ حادثے کی وجہ سے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

و یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ ۔ ان اللّٰہ بالناس لرؤف الرحیم۔

" اللہ آسمان کو گرنے سے تھام رکھتا ہے۔ (لیکن آسمان گرے۔ تو گر سکتا ہے فقط) اللہ کے حکم سے"۔ (۲۲۔الحج۔ ۶۵)

اور:۔

ان اللّٰہ یمسک السموت و الارض ان تزولا۔ و لئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا۔

" بے شک اللہ نے تھام رکھا ہے۔ زمین کو اور آسمانوں کو کہ ٹل نہ جائیں۔ اور اگر ٹل جائیں تو انہیں سوائے اللہ کے دوسرا کون تھام سکے"۔

(۳۵۔ فاطر۔ ۴۱)

اللہ کی ساری کائنات ہر دم اللہ کی نگاہ میں ہے۔ نہ ہی کسی اتفاقاتی یا حادثاتی معاملے کی گنجائش ہے نہ ہی کسی حادثے کا امکان ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

وما کنا عن الخلق غفلین" ہم نہیں خلق سے بے خبر"۔

(۲۳۔ المومنون۔ ۱۷)

غیر سائنسی فلسفی نے خیال کیا کہ کبھی ایٹم اپنے آپ کو اسی ترتیب میں جوڑ سکتے ہیں۔ جس ترتیب میں کہ وہ زندہ جسم کے خلیوں میں جڑے ہوتے ہیں۔ اور اپنی

Marfat.com

ترتیب کی وجہ سے زندہ ہو سکتے ہیں۔ یعنی خالق کے علم یا اس کے کنٹرول کے بغیر۔ لیکن قران حکیم کا نقطۂ نظر ان ایٹموں کے معاملے میں دوسرا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔

وما یعزب عن ربک من مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبین۔

" اور نہیں غائب رہتا تیرے رب سے زمین میں ایک ایٹم۔ اور نہ ہی آسمان میں۔ اور نہ ہی کوئی اس (ایٹم) سے بھی چھوٹا۔ (الیکٹران۔ پروٹان۔ نیوٹران وغیرہ) اور نہ ہی کوئی اس سے بڑا (سالمہ۔ مالیکیول وغیرہ) ہے۔ جو اللہ کی واضح کتاب میں موجود نہیں ہے"۔

(۱۰ یونس ۶۱)

یہ آیت یورپ کا کوئی عظیم سائنس دان سنے۔ اور اس حوالے سے سنے۔ تو حیرت زدہ ہو جائے۔ اور میں جو کچھ بھی اس ضمن میں لکھ رہا ہوں۔ وہ پتھر پر لکیر کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں۔ اور نہیں لکھتا۔ جب تک کہ بات علم الیقین سے ہوتی ہوئی عین الیقین سے باالآخر حق الیقین پر نہیں کھڑی ہوتی۔ اور اپنی درستی کا اعلان نہیں کرتی۔

گلیلیو کی فلکیات:۔

ہمارے غیر سائنسی فلسفی نے یہ درست کہا ہے کہ گلیلیو کی فلکیات نے فکری انقلاب برپا کیا ہے۔ البتہ ہم اتنا مزید کہیں گے کہ زمین کی گردش کے ساتھ ساتھ

انسانی ذہن نے بھی گردش کر دی ہے۔ یعنی جس وقت زمین کو ساکن مانا جاتا تھا۔ تو انسانی ذہن مقابلتہً ساکن اور اس طرح مقابلتہً زیادہ تسکین پذیر تھا۔ لیکن جب سے یہ مانا گیا ہے۔ کہ زمین حرکت میں یعنی گردش میں ہے۔ تو اس کو گردش میں ماننے والا ذہن بھی گردش میں آ گیا ہے۔ گلیلیو کے اس مہتم بالشان انکشاف سے نجومیوں اور ستارہ شناسوں کو تو کچھ سہولت ہوئی ہو۔ تو ہوئی ہو کیونکہ "ٹولمی" کا پرانا نظام جس میں سورج زمین کے گرد گھومتا ہے۔ پورا ایک گورکھ دھندا تھا۔ اور زمین کو حرکت میں لانے سے اُس سارے گورکھ دھندے سے ان بے چارے ستارہ شناسوں اور فلکیات کے طالب علموں کی جان چھوٹ جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک عام غیر ستارہ شناس انسانیت کا تعلق ہے۔ تو گلیلیو کے اس نئے انکشاف نے ان کے ذہنوں کو زمین کے ساتھ گردش میں لگا دیا ہے۔ اور وہی زمین جو کبھی ہمارے آباؤ اجداد کو اس کی سکونت کی وجہ سے بااعتبار نظر آتی تھی۔ اور وہ اس پر اس طرح اطمینان سے چل پھر سکتے تھے۔ کہ اگر وہ گھر سے باہر جاتے۔ تو انہیں یقین ہوتا کہ ان کا گھر وہیں کھڑا ہو گا۔ جہاں تھا۔ لیکن اب جب لوگ بازار میں سودا سلف لینے جائیں۔ تو دل دھڑکتا رہے۔ کہ یا الہی! ہمارا گھر پیچھے سے وہیں پر رہے۔ کہیں زمین کی حرکت کی وجہ سے کھسک نہ جائے۔ اور جب واپسی پر اپنا گھر وہیں سلامت پاتے ہیں۔ تب جان میں جان آتی ہے۔ آج کی دنیا زمین پر سوار ہے۔ اور زمین گردش میں دوڑ رہی ہے۔ اور اس دوڑ میں کھڑے ہوئے لوگوں کی ڈاڑھیاں ہوا کی

تندی میں پیچھے کی طرف اُڑ رہی ہیں۔ کوئی اپنا وزن قائم نہ رکھنے کی وجہ سے گھٹنو
کے بل گرا ہے۔ کوئی پیٹ کے بل گھسٹ رہا ہے۔ جب ہم اس نئی تھوری یعن
سورج کے سکون اور زمین کی گردش کی بات سنتے ہیں۔ اور اس پر غور کرتے ہیں
تو حقیقت خواہ کچھ بھی ہو۔ اس اثر کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ جو اس تھیوری نے انسانی
ذہن پر کیا ہے۔ تو ہم دنیا کو اُلٹا یعنی سر کے بل چلتا ہوا دیکھتے ہیں۔ اور جب
سارے مضمون کا نقشہ ہم اپنے ذہن میں جماتے ہیں۔ اور اُن مذہب دشمن اثرات
پر غور کرتے ہیں۔ جو سائنس کے انکشافات بالخصوص گلیلیو کی فلکیات اور ڈارون
کی حیاتیات نے انسانی ذہن پر مرتب کئے ہیں۔ تو ہمیں قران حکیم کے یہ لفظ یاد آ
جاتے ہیں۔

افمن یمشی مکبا علی وجهه اهدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم

" بھلا ایک جو چلے اوندھا۔ اپنے منہ کے بل وہ سیدھی راہ پائے یا وہ شخص جو
چلے سیدھا۔ ایک سیدھی راہ پر"۔ (۶۷ الملک۔ ۲۲)۔

میری اُس ہمدردی اور عزت کے باوجود جو میرے ذہن میں گلیلیو کے لئے گلیلیو کی
بے پناہ محنت بے پناہ جدوجہد اور بے لوث ذہنیت کی وجہ سے ہے۔ اور اس عجیب
و غیریب معاملے کے باوجود جو اُس زمانے میں سائنس اور عیسائیت کے درمیان
موجود تھا۔ مجھے ہر وہ شخص (اور بالخصوص گلیلیو) جو زمین کی گردش کی تھیوری پیش
کرتا ہے۔ واقعی ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ سر کے بل چل رہا ہے۔ اور یہ دنیا سر

Marfat.com

کے بل چل رہی ہے۔ ہماری بحث یہاں یہ نہیں۔ کہ زمین گردش میں ہے۔ یا زمین ساکن ہے۔ اور سورج گردش میں ہے۔ یہ بحث اب بہت پرانی ہو چکی ہے۔ لیکن ہماری بحث اُن اثرات سے ہے جو اس یا اس جیسی دوسری سائنسی تھیوریوں سے انسانی ذہن پر مرتب ہوئے ہیں۔ اور یہ اثرات بلا اشتثناء مذہب کے خلاف ہیں۔ میں عیسائی دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ اسلامی دنیا ابھی اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کچھ نہیں کر پائی۔ کہ سائنس اور مذہب دونوں اکھٹے چل سکتے ہیں۔ جس دیس کی بات میں کرتا ہوں۔ وہاں مذہب کو سائنس نے بالکل لتاڑ کے رکھ دیا ہے۔ اگرچہ یہ بات نہائت آساں معلوم ہوتی ہے۔ کہ آدمی کہے۔ چلو اگر زمین گھومتی ہے تو بھی اللہ کی۔ اور جو ساکن ہے تو بھی اللہ کی۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ ایسا نہیں ہو سکا۔ اس نئی تھیوری نے عیسائی مذہب کی بنیاد ہلا کر ہی نہیں رکھ دی۔ بلکہ بیخ و بن اکھاڑ پھینکی ہے۔ اُس وقت کے آدمیوں میں ہمیں صرف اور صرف ایک ہی عیسائی ایسا نظر آتا ہے جس نے کہا کہ زمین چلتی ہے تو پھر کیا ہوا۔ پھر بھی خالق ہی کی تخلیق ہے۔ ورنہ بالعموم دو ہی گروہ تھے۔ ایک کہتا تھا کہ زمین حرکت میں ہے۔ لہذا عیسائی مذہب جھوٹا ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرا گروہ کہتا کہ تم جھوٹے ہو زمین ساکن ہے۔ بائیبل میں یوں ہی لکھا ہے اور پھر ایسا بھونچال آیا۔ جس نے یورپ سے مذہب کی بنیادوں کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ لیکن اس بھونچال میں ہم ایک آدمی کو دیکھتے ہیں وہ گا رہا ہے:-

Marfat.com

کیا ہوا

اگر سورج دنیا کا مرکز ہو
اور دوسرے ستارے
اس کی کشش سے
یا اپنی قوت سے
اس کے گرد کئی راونڈ ناچتے ہیں۔
ان کی گھومتی ہوئی راہیں
کبھی اونچی
کبھی نیچی
کبھی غائب
کبھی آگے چلتے ہوئے
کبھی پیچھے چلتے ہوئے
کبھی ایک مقام پر ساکن
تم چھ سیاروں میں دیکھ رہے ہو
تو پھر کیا ہوا
جو ساتواں (زمین)
اگرچہ بالکل ساکن
اور مضبوط نظر آئے
بے جانے ہوئے
تین مختلف حرکتوں میں مصروف ہو"
(ملٹن کی جنتِ گم گشتہ۔۸)

Marfat.com

یہ شخص ملٹن انگریز شاعر اور عالم تھا۔ اور یہ نظم اُس وقت لکھی۔ جب یوروپ میں یہ تکرار زوروں پر تھی ۔اور اسی طرح کی بات قران حکیم نے بھی کہی ہے:۔

قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون۔ سیقولون للله۔ قل افلا تذکرون۔ قل من رب السموت السبع و رب العرش العظیم۔ سیقولون للله۔ قل افلا تتقون۔ قل من بیدہ ملکوت کل شی ء و ھو یجیر ولا یجار علیه ان کنتم تعلمون۔ سیقولون للله قل فانی تسحرون۔

"تو کہہ کس کی ہے زمین۔ اور جو کوئی اس میں ہے۔ بتاؤ۔ اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے۔ سب کچھ اللہ کا ہے ۔ تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں۔ تو کہہ کون ہے مالک ساتوں آسمان کا اور مالک اُس بڑے تخت کا اب بتائیں گے اللہ کو تو کہہ پھر تم ڈرتے نہیں۔ تو کہہ کس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو اب بتائیں گے اللہ کو تو کہہ پھر کہاں سے تم پر جادو آ پڑتا ہے"۔

(۲۳ ۔ المومنون۔ ۸۴ ۔ تا ۸۹)

اسی طرح سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بتاؤ اگر یہ گھومتی ہے۔ تو کس کی ہے؟ اور اگر کھڑی ہے تو کس کی ہے؟ تو کہیں گے اللہ کی۔

اب اگر زمین ساکن ہے یا حرکت میں ہے۔ مغرب سے مشرق کو گھومتی ہے یا مشرق سے مغرب کو۔ ہمیں کیا۔ ہم اس پر اطمینان سے چلتے پھرتے ہیں۔ اور ہمارا یہاں چند دن کا بسیرا ہے اگر کھڑی ہے تو بھی کمال اُس کے خالق کا ہے۔ اور

جو متحرک ہے تو بھی کمال اس کے خالق کا ہے۔

رموز، مملکت خویش، خسرواں دانند

گدائے گوشۂ نشینی تو حافظا مخروش

تعجب کی بات یہ ہے کہ لوگ زمین کو متحرک مانتے ہیں۔ دین اور مذہب اور خدا۔ اور قیامت۔ روحانی اور اخلاقی اقدار سے برگشتہ ہو کر مادہ پرستی کے دوزخ میں گرتے جائیں۔ ہمارا حقیقی مقصود زمین نہیں۔ اس کا خالق ہے۔ یہ چند روزہ زندگی نہیں بلکہ آخرت کی دائمی زندگی ہے۔

ڈارون کی حیاتیات:۔

ہمارے غیر سائنسی فلسفی نے درست کہا کہ ڈارون کی حیاتیات نے ایک عظیم ذہنی اور فکری انقلاب پیدا کیا ہے البتہ ہم یہ کہیں گے کہ انقلاب اس قدر ڈارون کی بائیولوجی نے نہیں جتنا کہ ڈارون کی فلاسفی نے پیدا کیا۔ حیاتیاتی حقائق جو ڈارون نے پیش کئے وہ اس درجہ خورِ اعتناء نہیں۔ جس قدر کہ وہ فلسفی اور منطقی نتائج جو ڈارون نے ان حیاتیاتی حقائق سے اخذ کئے۔ ڈارون کو شکائت ہے کہ لوگ خواہ مخواہ مجھے اس بات کے لئے بدنام کرتے ہیں کہ مذہب کو نقصان پہنچا رہا ہوں۔ حالانکہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ تاہم اس حقیقت میں ذرہ بھر شبے کی گنجائش ناممکن ہے۔ کہ وہ مذہب دشمن تحریک جس نے گلیلیو کے ساتھ سر اٹھایا تھا۔ ڈارون پر آکر اپنی منزل کی آخری سیڑھی پر پہنچ گئی۔ ہم ان چپقلش کی

Marfat.com

گہرائیوں میں نہیں جانا چاہتے۔ جو سائنس کے فدائیوں اور کلیسا کے پیروکاروں کے درمیان کافی عرصہ تک چل کر آخر کار سائنس کی مکمل فتح کے بعد اختتام پذیر ہو گئی۔ البتہ اتنا جاننا ضروری ہے کہ یورپ کلیسا کے ادھیکاریوں کی چیرہ دستیوں اور کلیسا کے ادھیکاریوں کی ہوس پرستیوں اور کلیسا کے ادھیکاریوں کی کارستانیوں۔ اُن کی ریشہ دوانیوں۔ بدعنوانیوں اور لن ترانیوں سے ہڈیوں کے گودے تک بیزار یورپ اس مادی دنیا کی مادی ضیافت پر ٹوٹ پڑنے کے لیے پادریوں کے مذہب کے خلاف بلکہ فی نفسہ مذہب کے خلاف سینہ سپر ہو کر اس وقت تک اپنی مذہب دشمنی کی مہم میں سرگرم، عمل رہا۔ جس وقت تک کہ مذہب کے خدوخال تک کو نیست و نابود کر کے نہیں رکھ دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ وقت آنے پر سائنس کے ادھیکاریوں نے جو کردار ادا کیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان وبالِ جان پادریوں کے کردار سے کہیں زیادہ بلکہ ناقابلِ، تصور حد تک زیادہ بھیانک ہو۔ جنھوں نے اپنے قول و فعل کے تضاد کے باعث یوروپ کو مذہب کے خلاف نبرد آزما ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ انسانیت کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ سائنس کی ابتدا اس کی پیدائش ہی سے مذہب سے اختلاف کے تصور پر مبنی ہوئی۔ اور یہی روائت بتدریج ترقی کرتی رہی۔ الٰہیاتی منصوبے۔ مقصود، آفرینش۔ آدم کی اشرف المخلوقاتیت۔ حشر نشر۔ جزا وسزا۔ اور حیاتِ، آخرت کی نفی سائنس کے نام کے ساتھ چسپاں ہو چکی تھی۔ جو سائنس کے ہر عظیم پیرو اور ہر عظیم انکشاف کے ساتھ

Marfat.com

متواتر منزلیں طے کر رہی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ ڈارون نے انسانیت کو بندر کی نسل قرار دے کر انسانیت سے شرف و شرافت کا بیش بہا ہیرا۔ عزم وہمت کا حقیقی باعث اخلاص و وقار کا مبداء و منبع بلکہ زندگی کی آخری رمق چھین کر انسانیت کے کفن کے صندوق میں آخری کیل جڑ دی ہے۔ انسان بندر تھا یا نہیں تھا۔ لیکن ڈارون کے فلسفے کے منظر عام پر آنے سے بندر کے خصائص اس میں رونما ہو رہے ہیں۔ یقیناً جو کچھ آج دنیا میں ہو رہا ہے وہ آدم کی نہیں بندر کی اولاد ہی کر سکتی ہے۔ اب یہ جانتے ہوئے کہ ایٹمی توانائی زندگی کی قاتل ہے۔ اور اس کا نتیجہ سوائے بڑے پیمانے پر انسانی ہلاکت کے کچھ نہیں ہو گا اگر موجودہ انسانیت ایٹمی توانائی کو بدستور ترقی اور متوقع ایٹمی تباہ کاریوں کو محض بچگانہ طفل تسلیوں سے ٹالنے کی کوشش کرے۔ اور ایٹمی توانائی کے خلاف کوئی بات سننے کو آمادہ نہ ہو۔ تو پھر ایسی نسل کو ڈارون یا ڈارون کا کوئی چیلا بندر کی اولاد کہہ دے تو میرے لئے غضبناک ہونے کا کیا جواز موجود ہے۔ اگر آج ڈارون کو زندہ کر کے اس انسانیت کی موجودہ اندوھناک حالت دکھائی جائے۔ تو یقیناً اُس کا دل پسیج جائے اور وہ ایک بوڑھے بر افروختہ اور غم زدہ بندر کی طرح چڑ پڑ کرتا ہوا طمانچوں سے اپنے ہی گال سرخ کر کے رکھ دے۔ اور پھر نوحہ کرنے اور اپنے سر میں خاک اڑاتے ہوئے اس دنیا سے غائب ہو جائے۔ جاننا چاہیئے کہ انسان کا آغاز انسان کے لئے معلوم کرنا ان باتوں میں سے ایک ہے جن کو جان لینا انسان کے لئے ممکن نہیں۔ البتہ

Marfat.com

انسان کی قوت، متصورہ اور متخیلہ کے لئے آسمانوں جتنے بڑے میدان کھلے ہیں۔ سوچتا پھرے۔ دور کی کوڑی لائے۔دور تر کی کوڑی لائے۔لیکن اصلی کوڑی لانا اس کے بس کی بات نہیں۔ ڈارون اپنی عمر بھر کی جدوجہد اور دیونما ذہن کے باوجود ثبوت لاناتو درکنار۔ ایک معمولی تنکے سے زیادہ نہیں ہلا سکا۔ انسانی اور یجن Origin بہت دور کی چیز ہے۔

ارتقائی نظریہ جس طرح سے ڈارون نے پیش کیا ہے۔ قران حکیم نے اس پر کوئی واضح بات کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔کیوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ ایک متنازعہ فیہ مسئلے کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔اور کسی افادیت کا باعث نہیں۔ خود سوچیئے۔کہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔جو نہیں ہو سکتا۔کہ انسان کی موجودہ صورت کئی درمیانی منزلوں کو طے کرکے ہی قرار پذیر ہوئی ہے۔تو پھر دین و مذہب۔ روحانی۔ اخلاقی اقدار۔ اور سزا و جزا اور قیامت پر یہ آشکار شدہ حقیقت کیوں اثر انداز ہو۔لیکن ہیہات کہ ایسا ہوا ہے۔بعض فلسفیوں کا خیال ہے۔ کہ اگر انسان آدم کی بجائے اُس سے پہلے کی ارتقائی منزلوں کانتیجہ ثابت ہو جائے۔تو پھر زندگی کی ساری مذہبی اقدار بالکل بدل جانی چاہییں۔ یعنی انسان کو انسان نہیں بلکہ جانور کی سی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ دراصل ان فلسفیوں کی عقل کا فتور ہے۔یہ لوگ جانور کو سمجھتے ہیں نہ انسان کو۔ ورنہ ایسی بہکی بہکی باتیں نہ کرتے۔ اور ایسی بے تکی نہ ہانکتے۔ لیکن جہاں تک ڈارون کے فلسفے اور اُس کے اثرات کا

تعلق ہے۔ قران حکیم نے اچھی طرح سے اس کی خبر لی ہے۔ اس چھوٹے سے خاکے میں ہم اس نہائت ہی دلچسپ مقابلے کی کوئی جھلکی ہی پیش کر سکتے ہیں۔ اگر اللہ نے چاہا۔ تو ایک مستقل کتاب اس مقابلے کے متعلق لکھ کر قارعین کرام کی خدمت مین پیش کی جائے گی۔ اور اللہ نے چاہا تو مقابلہ اتناہی دلچسپ ہوگا جتنامحمد علی کلے اور اس کے کسی دیو قامت حریف کا۔ اور پھر دیکھیے کہ کس طرح قران حکیم اپنے حریف کی پٹائی کر کے آخر کار اُسے چاروں شانے چت کر دیتا ہے۔ پھر جس کی قسمت میں ایمان کی روشنی لکھی ہو۔ وہ حاصل کرے لیکن جو بد نصیب ہو وہ بد نصیب ہی رہے۔ مذہب پر انسانی ابتدا کے ہتھیار سے وار کرنے والے انسان کو بندر کی اولاد بتانے والے مفسد لوگوں اور ان کے پیروکاروں کے متعلق قران حکیم کی رائے ملاحظہ فرمائیں:۔

قل یاھل الکتب ھل تنقمون منا الا ان امنا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل من قبل و ان اکثرکم فسقون۔ قل ھل انبئکم بشر من ذلک مثوبتہ عند اللّٰہ من لعنت اللّٰہ و غضب علیہ و جعل منھم القردۃ و الخنازیر و عبد الطاغوت۔ اولیک شر مکانا و اضل عن سواء السبیل۔

”تو کہہ اے کتاب والو! کیا تمھیں ہمارے ساتھ ضد اس لئے ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر۔ اور ایمان لائے اس پر جو نازل ہوا ہم پر (قران) اور جو نازل ہو چکا پہلے۔ اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں۔ تو کہہ میں تم کو بتلاؤں۔ ان میں سے کس کی بری جزا ہے۔ اللہ کے ہاں۔ وہی جس پر اللہ نے لعنت کی۔ اور اس پر غضب نازل

Marfat.com

کیا اور ان میں سے بعضوں کو بندر کر دیا۔ اور بعضوں کو سور۔ اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی۔ وہی لوگ ہیں بدتر درجہ میں۔ اور بہت بھکے ہیں سیدھی راہ سے"۔

(۵ مائدہ۔ ۵۹۔ ۶۰)

طبعی سائنس کی تعلیم حاصل کرنا یا کائنات کی تخلیق پر سوچ بچار کرنا کوئی بری بات نہیں۔ بلکہ یہ ایک پسندیدہ امر ہے۔ لیکن انتہائی ظلم جو ڈارون نے انسانیت کے ساتھ کیا۔ وہ ہے انسانیت سے شرف کا موتی چھین کر اُسے جانور کی صف میں لا کھڑا کرنا۔ الحق کہ جتنے بھی قاتل انسانیت کے عالم اور فلسفی کے روپ میں نمودار ہوتے رہے ہیں۔ ان سب کا سرخیل یہی ڈارون ہے۔ کلیسا اور مندر کی تاریخ اپنے بعض دوروں میں ظلم و ستم کی ایک روح فرسا داستان اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ ساری تاریخِ انسانی میں اول سے آخر تک سارے وہ ظلم و ستم اور سارے وہ جور وجفا جو کلیسا اور مندر کے پجاریوں پروہتوں۔ پادریوں اور لاٹ پادریوں کے ہاتھوں انسانیت نے سہے۔ اگر جمع کر کے اکٹھے رکھے جائیں۔ تو دورِ حاضر کے ایٹم بم کے ایک جھونکے کے سامنے اس طرح معدوم ہو جائیں۔ جس طرح تنکے ایک آگ کے طوفان میں۔ تو پھر انصاف سے کہئے کہ مذہب کے پجاریوں کا ظلم زیادہ ہے یا سائنس کے ادھیکاریوں کا۔ مذہب کے اُن راکشسوں۔ دیوؤں۔ مہنتوں کا یا سائنس کے ان محسنِ انسانیت۔ ہمدردِ انسانیت۔ دردمندِ انسانیت مجانوں کا۔

Marfat.com

ڈارون سے ایک دور ازکار کام کی خاطر عمر بھر خاک چھانی۔ انگریزی حکومت نے
اسے اس کام کی خاطر گرانٹ دی۔ اور اس امر میں وہ ظن و قیاس کی اتاہ تاریکیوں
میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے زیادہ کچھ نہیں کر سکا۔ اور ادھر یہ حال ہے۔کہ ایک
ثابت شدہ اور حقیقی حقیقت کو دریافت کر کے دنیا والے ایک نہ ایک دن پچھتائیں
گے۔ لیکن پھر پچھتائے کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ زیادہ ششش و پنج
میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ حقیقت یہی تباہ کن نیوکلر پاور ہے۔ وہی ایٹمی
توانائی ہے اور پھر ڈارون کی فلاسفی بلا کی مشکل ہے۔ ایڈمرل بینڈنل جیسے ڈارون
کے ہونہار شاگرد اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ خود اُن کے لئے بھی ڈارون
سمجھنا مشکل ہے۔ اور پھر یہ کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ ڈارون روز بروز
ایک جزیرے کی طرح دور ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن پھر بھی جس قدر نقصان و
انسانیت کا وہ کر رہا ہے۔ وہ ناقابلِ فراموش ہے۔

ڈارون کا فلسفہ یہ ہے کہ دنیا میں ایک مقابلہ جاری ہے۔ اس مقابلے میں جو
زندگی کا زیادہ اہل ہو گا۔ وہی زندہ رہے گا۔ اور جو بھی نئے ماحول کو اپنانے میں
زیادہ کامیاب ہو گا۔ وہ بچ جائے گا۔ بظاہر یہ بڑا بے ضرر اور معصوم سا فلسفہ نظر آتا
ہے لیکن اس کے مضمرات ہیں۔جو نہایت خطرناک ہیں۔ مثلاً مقابلے کے معنی یہ
لئے جائیں گے۔ کہ جائز ناجائز کی تمیز ہی اُٹھ گئی۔ اور زندگی کا مقصد ہے یہ مقابلہ
جیت کر زندہ رہنا۔ اور خود زندہ رہنے کے لئے دوسرے کو ختم کر دینا۔ اور اس

سارے کھیل میں آخرت کا کچھ بھی نہیں۔ اس کے مقابلے میں قران حکیم کا سارا فلسفہ ہی آخرت پر گھومتا ہے۔ اور آخرت ہی کے نظریئے پراس کی ساری بنیاد ہی اٹھائی گئی ہے۔ اور اس طرح ڈارون اور قران حکیم کے فلسفے کی حقیقت سمجھنے اور اُن کا تقابلی جائزہ لینے کے لئے سب سے بڑی اور سب سے واضح مثال جو ہمیں مل سکتی ہے۔ وہ ہے شہید کی۔ ڈارون کے زمینی فلسفے کی رو سے وہ شخص جو میدان جنگ میں اپنی جان بچا نہ سکا۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے۔جو زندہ رہنے کے لائق نہیں۔ لہذا وہ نااہلونکی فہرست میں شامل ہے۔اور اس کی موت لازم ہے۔ اس کے برعکس قران حکیم کے فلسفے کی رُو سےوہ شخص جس نے اپنی جان اللہ پر نثار کردی۔ وہ سب سے زیادہ زندگی کااہل ثابت ہوا۔ بلکہ وہ لافانی ہو گیا۔وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اُس نے موت سے رہائی حاصل کی۔ دوسرا فرق جو ڈارون کی اورقران حکیم کی فلاسفی میں نمایاں نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے ۔کہ ڈارون کے تمام تر فلسفے کی حدود اسی فانی مادی دنیا کے اندر محدود ہیں۔ جب کہ قرانی فلسفہ بڑھ کر اگلی دنیا کو بھی اپنے حلقے میں شامل کرتا ہے۔ شہید کے متعلق قران حکیم نے فرمایا ہے:-

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتلہ بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ فرحین بما اتھم اللّٰہ من فضلہ و تستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یستبشرون بنعمتہ من اللّٰہ و فضل و ان اللّٰہ لا یضیع اجر المومنین۔

"اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے۔ بلکہ وہ زند
ہیں۔ اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔ خوشی کرتے ہیں۔ اُس پر جو اللہ نے دیا اُن
کو اپنے فضل سے۔ اور خوش وقت ہوتے ہیں۔ اُن کی طرف سے جو ابھی تک اُن
کے پاس نہیں پہنچے۔ پیچھے سے۔ اس واسطے کہ نہ اُن کے لئے کچھ ڈر ہے اور نہ کچھ
غم۔ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش وقت ہوتے ہیں اور اس بات سے کہ اللہ
ایمان والوں کی مزدوری ضائع نہیں کرتا"۔

(۳ آلِ عمران۔ ۱۶۹ تا ۱۷۱)

انسان اور کائنات کی اصل کی اہمیت کے پیشِ نظر قران حکیم میں اس مسئلے پر کافی
وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس موضوع کی اہمیت کا اس سے بڑھ کر اور کیا
ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی برکت سے ڈارون نے ایسا نام دنیا میں پایا۔ وہ اور
بات ہے کہ بدنامی میں پایا۔ مگر بہرحال پایا۔ لیکن جہاں ڈارون نے انسان کی
نہائت ہی حقیر اصل عطا کی ہے۔ وہاں قران حکیم نے اسے مسجود ملائک کی حیثیت
سے روشناس کرایا ہے۔ چنانچہ قران حکیم میں ارشاد ہے:۔

**ولقد خلقنکم ثم صورنکم ثم قلنا للملئکته اسجدوا لادم فسجد
الاابلیس لم یکن من السجدین۔**

"اور ہم نے تم کو پیدا کیا۔ پھر صورتیں بنائیں۔ پھر حکم کیا فرشتوں کو کہ
سجدہ کرو آدم کو۔ پس سجدہ کیا سب نے۔ مگر ابلیس نہ تھا سجدہ والوں میں"

(۷۔ الاعراف ۱۱)

Marfat.com

اللہ نے اپنی روح اس میں پھونکی:۔

ذلک علم الغیب و الشھادۃ العزیز الرحیم۔ الذی احسن کل شیء خلقه و بدا خلق الانسان من طین۔ ثم جعل نسله من سللته من ماء مھین۔ ثم سوه و نفخ فیه من روحه و جعل لکم السمع والابصار والافئدہ قلیلا ما تشکرون۔

”یہ ہے (اللہ) جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا۔ زبردست رحم والا۔ جس نے جو چیز بنائی۔ خوب بنائی۔ اور انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی۔ پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے۔ پھر اس کو برابر کیا اور پھونکی اس میں اپنی ایک جان۔ اور بنادئے تمھارے لئے کان اور آنکھیں۔ اور دل تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو“۔

(۳۲۔السجدہ۔ ۶ تا ۹)

آدمی کی اصل قران حکیم کے مطابق تو بہت اچھی ہے۔ تاہم یہ مخلوق ذلیل سے ذلیل شکل اختیار کر سکتی ہے۔ قران حکیم میں ارشاد ہے:۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم رددنه اسفل سافلین۔ الا الذین امنوا و عملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون۔

”ہم نے انسان کو اچھے انداز ے پر بنایا۔ پھر اسے نیچے سے نیچے پھینک دیا۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ سوان کے لئے بے انتہاء ثواب ہے“۔ (۹۵۔التین۔ ۴ تا ۶)

Marfat.com

ایک اور دوسرا مہتمم بالشان فرق جو ڈارون اور قرانی فلسفے میں پایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ڈارون کے مطابق زندہ رہنے کی اہلیت کی بنیاد محض مادی زندگی پر ہے۔ لیکن قران حکیم کے مطابق زندگی کی استعداد بنیادی طور پر ایمان اور اخلاق پر منحصر ہے جیساکہ اوپر والی آیات میں بیان ہو چکا ہے۔ یعنی ایمان نہ لانا اور اچھے عمل نہ کرنا۔ گویا کہ انسان کے لئے ذلیل ہونے اور درجۂ انسانیت سے گرنے کی علامت ہے۔ اور ایسی حالت کو پہنچنا گویا کہ موت سے ہمکنار ہونا ہے۔ اگر ڈارون کے نظریے کے مطابق اس حقیقت کو بیان کیا جائے۔ تو یوں ہو گا:۔

" آدمی کی اصل تو بہت حقیر ہے۔ تاہم یہ مخلوق اپنی محنت، دماغ، اور جدوجہد سے مادی قوت حاصل کر سکتی ہے۔ اوروہی ہلاک ہوئے جو اپنے آپ کو ماحول کے مطابق ڈھالنے سے قاصر رہے"۔ (ڈارون) اگرچہ قران حکیم نے کافروں کو مردہ کہا

زندگی میں خالقِ، کائنات کی عدم دلچسپی:۔

ہمارا غیر سائنیسی فلسفی کہتا ہے " بھلا اتنے بڑے یونیورس کے خالق کو کیا پڑی ہے کہ اتنی سی حقیر چیز مثلاً زمین پر اُگنے والی زندگی میں دلچسپی لیتا پھرے"۔ یہ بات اُسے اس وقت سوجھی۔ جب اسے معلوم کائنات اور زمین کی جسامتوں کی باہمی نسبت کی خبر لگی۔ اُس نے پہلے کائنات کے مقابلے میں زمین کی کم مائیگی کو واضح کیا ہے۔ پھر کائنات کی جملہ کارکردگی کے مقابلے میں زمین پر اگنے والی زمین کی کارکردگی کی بے مائیگی کا جائزہ لیا ہے۔ اور صرف اسی مادی تقابل کو

Marfat.com

یاد بنا کر اپنا فتویٰ صادر کر دیا ہے۔ کہ اتنے عظیم یونیورس کے خالق کو اتنی سی
تیر زمین کے معاملات میں کیسے دلچسپی ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے
ائنس دان نے فقط مادی جسامت کی بھول بھلیوں میں پڑ کر ہر دوسرے عامل کو
لمی طور پر نظر انداز کر دیا ہے۔ مثلاً کیا اُسے یہ بات نظر نہیں آتی کہ ساری
ئنات اس زمین اور اس زمین پر پیدا ہونے والی زندگی کی خدمت پر شب و روز
ربستہ ہے۔ زمین اس کائنات میں کسی دوسرے کی خدمت نہیں کرتی۔ مگر کائنات
ی ہر چیز زمین کی خدمت پر مامور ہے۔ اس سے بڑھ کر عظیم خالق کی اس حقیر
مین میں دلچسپی کا اور کیا ثبوت ملتا ہے۔ غیر سائنسی فلسفی لکھتا ہے:۔

"اس ضمن میں پھر حادثاتی (اتفاقی) کے لفظ (کے استعمال) کو چیلنج کیا جا
سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کائنات کے خالق نے مخصوص قوانین کا ایک سیٹ اسی
لئے چنا ہو۔ کہ وہ زندگی کے ظہور کا باعث ہو سکتا ہے۔ کہ اُس نے زندگی پیدا
رنے کا یہی طریقہ اختیار کیا ہو۔ جب تک تو ہمارے ذہن میں خالق کا تصور ایک
عظیم و جسیم آدم زاد کا ہے۔ جس کے احساسات و اغراض ایسے ہی ہیں جیسے کہ
ہمارے اپنے ہیں۔ تو چیلنج کا مقابلہ ناممکن ہے۔ سوائے اس بات کے کہ جب
ایک خالق نے تہیہ کر لیا ہے۔ تو پھر کوئی دلیل بھی اُس میں اضافے کا باعث نہیں
ہو سکتی۔ جو کہ پہلے سے کہا جا چکا ہے۔ البتہ اگر ہم خدا کے ساتھ انسانی تشبیہیت
کے جملہ تصور کو یکسر فراموش کر دیں۔ تو کوئی وجہ اس نظریئے کی باقی نہیں رہتی۔

Marfat.com

کہ موجودہ قوانین خاص طور پر زندگی پیدا کرنے (ہی) کے لئے منتخب کئے گئے تھے بلکہ اسی قدر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ (مثلاً) ان کا چناؤ مقناطیس ریڈیائی تابکاری کی تخلیق کی خاطر عمل میں لایا گیا ہو۔ اور یہی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام ظاہری شواہد کے اعتبار سے طبیعات کا عمل کائنات میں حیاتیات کے عمل کے مقابلے میں کسی باہمی موازنے کی امکانی صورت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ خالصتہً مادی نقطۂ نظر سے زندگی کی انتہائی کم مائیگی بڑی حد تک ایسے خیال کی نفی کرتی نظر آتی ہے۔ کہ یہ زندگی کائنات کے خلاقِ عظیم کی خصوصی دلچسپی کا مرکز ہے"۔

(مسٹریین یونیورس صفحہ ۸۔۹)

اب قرآن حکیم کی شکائت سنئے۔ کہ باوجود اس حقیقت کے کہ یہ ساری کائنات ا... کی خدمت میں سرگرم عمل ہے۔ یہ لوگ زندگی کو حقیر اور کم مایہ گردانتے ہیں۔ تا... خالق پر اس زندگی میں کوئی دلچسپی نہ لینے کا الزام لگا کر خالق سے اور خالق... دین سے چھٹکارا حاصل کرنے کا جواز پیدا کر سکیں۔ حالانکہ اُن کے پاس کوئی م... دلیل یا کوئی پختہ ثبوت اس بات کا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

الم تروا ان اللّٰہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض و اسبغ علی... نعمہ ظاھرۃ و باطنہ ومن الناس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم ولا ھد... ولا کتب منیر

"کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ اللہ نے جو کچھ کہ آسمان اور زمین ہے تمھا...

Marfat.com

خدمت پر لگا رکھا ہے۔ اور اپنی تمام نعمتیں ظاہری اور باطنی تم پر پوری کر دیں۔ اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کی بات میں جھگڑے ہیں۔ بغیر کسی علم کے بغیر کسی ہدائت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے"۔

(۳۱۔ لقمان۔ ۲۰)

کیا واقعی قران حکیم کا یہ جواب ایک معجزہ نہیں۔ اور پھر دیکھئے کہ ۔کیا ہمارا غیر سائنسی فلسفی اپنے فلسفے میں اپنی کتاب یعنی سائنس کے اصولوں سے بھی قطعی روگردانی کا مرتکب نہیں ہو رہا۔ اور علم کا مدعی ہونے کے باوجود بے علمی اور ضد کی باتیں کر رہا ہے۔ لیکن قران حکیم پوچھتا ہے کہ اگر واقعی خالق کو اس زندگی میں اور اس طرح تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے تو پھر جب تم پر ابتلاء پڑتی ہے تو اُسی خالق کو پکارتے کیوں ہو؟ اور تمام دوسرے تمھیں بھول کیوں جاتے ہیں۔قران حکیم کا ارشاد ہے:-

واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ فلما نجکم الی البر اعرضتم و کان الانسان کفورا۔

"اور جب آتی ہے آفت دریا میں تو بھول جاتے ہو۔ ان کو جن کو کہ تم پکارا کرتے تھے۔ اللہ کے سوائے"۔

(۱۷ بنی اسرائیل ۶۷)

قل من ینجیکم من ظلمت البر و البحر تدعونہ تضرعا و خفیہ لئن انجنا من ھذہ لنکونن من الشکرین۔

Marfat.com

"تو کہہ۔ کون تم کو جنگل کے اندھیروں میں اور دریا کے اندھیروں سے بچا لاتا ہے۔ اس وقت تم اس کو گڑگڑا کر پکارتے ہو۔ اور چپکے چپکے پکارتے ہو"۔

(۶ الانعام ۶۳)

انسان کی تخلیق کی مقصود:۔

ہمارا غیر سائنسی فلسفی جب دیکھتا ہے کہ سائنس نہ تو اسے انسان کے اوریجن یعنی آغاز۔ ابتداء اصلیت کے متعلق بتا سکتی ہے اور نہ ہی انسان کی پیدائش کے مقصود کے متعلق ہی کچھ راہنمائی کر سکتی ہے تو وہ بوکھلاجاتا ہے اور اس بوکھلاہٹ کا خود ببانگِ دہل اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے:۔

"یہ تو تھا وہ حیران کن طریقہ۔ جس کے ذریعے جہاں تک سائنس اب ہمیں بتا سکتی ہے۔ ہم وجود میں آئے۔ اور ہماری حیرانی میں مزید زیادتی ہوتی ہے۔ جب ہم اپنے آغاز سے آگے بڑھ کر اپنی موجودگی کے مقصد کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یا اُس انجام کی پیشین گوئی کرنا چاہتے تھے۔ جو تقدیر نے ہماری نوع (نوعِ انسانی) کے لئے مقدر کر رکھا ہے"۔

(مَسٹرئس یونیورس صفحہ ۱۰)

غیر سائنسی فلسفی کہتا ہے:۔

"ہماری موجودگی کے مقصد کے معاملے میں ہماری حیرت میں مزید زیادتی ہوتی ہے"۔

قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

کالذی استھوته الشیطین فی الارض حیران۔

Marfat.com

"اس شخص کی طرح جس کو شیطانوں نے جنگل میں راستہ بھلا دیا۔ جب کہ وہ حیران ہے۔

(۶۔الانعام۔۷۱)

قران حکیم کے مطابق انسان کی تخلیق کا مقصود مندرجہ ذیل ہے:۔

وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون۔

"اور میں نے (اللہ نے) جنوں اور آدمیوں کو سوائے اس کے نہیں پیدا کیا۔ کہ وہ میری عبادت کریں"۔

(۵۱۔الذاریات۔۵۶)

اور تم اُس کی پاکی بیان کرو کیونکہ :۔

تسبح له السموت السبع والارض ومن فیهن۔ وان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم انه کان حلیما غفورا

"اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ساتوں آسمان۔ اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی بھی ایسی چیز دنیا میں موجود نہیں۔ جو اس کی خوبیاں نہیں پڑھتی۔ اگرچہ اُن کا یہ پڑھنا تم نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ تحمل والا بخشنے والا ہے"۔

(۱۷۔بنی اسرائیل۔۴۴)

ویسبح الرعد بحمده والملئکته من خیفته

"گرجنے والا بادل بھی اس کی خوبیاں پڑھتا ہے۔ اور سب فرشتے بھی اس کے ڈر سے اس کی خوبیاں پڑھتے ہیں۔

(۱۳۔الرعد۔۱۳)

Marfat.com

قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

اولم یروا الی ما خلق اللہ من شی ، یتفیوا ظللہ عن الیمین و الشمائل سجدا للہ و ھم داخرون۔ و للہ یسجد ما فی السموت وما فی الارض من دابتہ والملئکتہ وھم لا یستکبرون۔ یخافون ربھم من فوقھم و یفعلون ما یومرون۔

"کیا وہ نہیں دیکھتے (جو چیز بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے) اُن کے سائے دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو۔ اور وہ عاجزی میں ہیں۔ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ جو آسمان میں ہے۔ اور جو زمین میں ہے۔ جانداروں سے فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اپنے اوپر سے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔ اور وہی کرتے ہیں۔ جس کا حکم ملتا ہے"۔

(۱۶۔ النحل۔ ۴۸۔ ۵۰)

قران حکیم کے مطابق زندگی کا مقصود آزمائش ہے:۔

الذی خلق الموت و الحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ و ھوالعزیز الغفور۔

"پیدا کیا (اللہ نے) موت اور زندگی کو تاکہ تم کو جانچے۔ کون تم میں اچھا کام کرتا ہے"۔ (۶۷۔ الملک۔ ۲)۔

دنیا کا اختتام:۔

غیر سائنسی فلسفی افسوس کھاتا ہے۔ کہ زندگی کا کچھ مقصد نہ تھا۔ اور کائنات کی تخلیق اور اس کا ڈیزائن زندگی کی خاطر نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ کائنات زندگی کی دشمن تھی۔

Marfat.com

اور یہ کہ ہم مر جائیں گے۔ اور جب دنیا سے زندگی کا وجود ختم ہو جائے گا۔ تو ہماری جدوجہد کے تمام ثمرات اور ہماری تمام کامیابیاں اور کامرانیاں بھی اسی زندگی کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔ اور زندگی اس کائنات سے اس طرح نابود ہو جائے گی۔ کہ کبھی تھی نہ تھی۔ چنانچہ کہتا ہے:-

" تو پھر کیا۔ زندگی کی یہی کچھ حقیقت ہے۔ غلطی سے ایک ایسی کائنات میں ٹپک پڑنا جو واضح طور پر زندگی کی خاطر نہیں بنائی گئی تھی۔ اور جو تمام ظاہری شواہد کے لحاظ سے یا تو زندگی سے مکمل طور پر لاتعلق ہے یا یقیناً اس کے خلاف دشمنی کا جزبہ رکھتی ہے۔ ریت کے ایک ذرے کے ٹکڑے (زمین) سے چمٹے رہنا حتیٰ کہ منجمند ہو جائیں۔ اپنی منی سی سٹیج (زمین پر) اپنا منا سا لمحہ (انسانیت کی تاریخ) چلنا پھرنا یہ جانتے ہوئے کہ ہماری تمام تمنائیں آخر کار بربادی کا شکار ہونے والی ہیں۔ اور یہ کہ ہماری تمام کامیاب کاوشیں (ہماری تمام جدوجہد کے ثمرات) ہماری نوع (نوعِ انسانی) کے ہمراہ ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جاتی ہیں ...... اور اس کائنات کو چھوڑ دینا۔ گویا کہ ہم یہاں بسے ہی نہ تھے"۔

(مائسٹریئس یونیورس صفحہ ۱۱۔ ۱۲)

وہ کہتا ہے کہ ہماری جدوجہد کے ثمرات اور ہم اس یونیورس کو اس طرح چھوڑ دیں گے گویا کہ ہم یہاں رہے بھی نہ تھے۔ اور کبھی بھی پھر دوبارہ اٹھائے نہ جائیں گے۔ لیکن قران حکیم کا نظریہ جہاں تک تو اس زندگی کے فنا ہو جانے کا تعلق ہے غیر سائنسی فلسفی سے متفق ہے۔ یعنی واقعی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ لیکن قران حکیم

Marfat.com

کی رُو سے انسان کی جدوجہد کے ثمرات انسان کے مرجانے کے ساتھ فنا نہیں ہو جاتے۔ بلکہ وہ تمام کے تمام انسان کے ہمراہ اگلی دنیا میں جائیں گے۔ اور وہاں تولے جائیں گے۔اور اُن کے مطابق اُس انسان کو وہاں جگہ ملے گی۔ گویا قران حکیم اس بات پر متفق نہیں۔ کہ زندگی یہیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ بلکہ زندگی آگے چلے گی۔ اور انسان قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے۔ اور اس کے بعد کبھی بھی مریں گے نہیں۔بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے۔ اور اب غیر سائنسی فلسفی کو اس بارے میں قران حکیم کادیا جانے والا جواب سنئے:۔

وقالوا ما هی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما یهلکنا الا الدهر وما لهم بذلک من علم ان هم الا یظنون۔

" اور کہتے ہیں۔ کہ ہماری زندگی اسی دنیاوی زندگی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہم مرتے ہیں۔ اور جیتے ہیں۔ اور زمانہ ہی ہمیں مارتا ہے (یعنی وقت) اور ان کو اس کی کچھ خبر نہیں محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں"۔

(۴۵۔ الجاثیہ۔ ۲۴)

ویقول الانسان ء اذا ما مت لسوف اخرج حیا اولا یذکرالانسان انا خلقنه من قبل ولم یک "شیئا

" اور آدمی کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں۔ تو پھر زندہ ہو کر نکلوں گا۔ کیا آدمی کو یاد نہیں ۔کہ ہم نے اُس کو پہلے بنایا جب کہ وہ کچھ بھی نہ تھا"۔

(۱۹ مریم۔ ۶۶ تا ۶۷)

Marfat.com

وضرب لنا مثلاً و نسي خلقه قال من يحی العظام و هی رمیم۔ قل یحییها الذی انشاها اول مرۃ۔ وهو بکل خلق علیم

" اور ہم پر ایک مثال بٹھلاتا ہے اور بھول گیا اپنی پیدائش ۔ کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کھرکھری ہو جائیں گی۔ تو کہہ ان کو زندہ وہ کرے گا جس نے ان کو بنایا پہلی بار۔ اور سب (طرح) بنانا جانتا ہے"۔

(۳۶۔ یٰس۔ ۷۸ ۔ ۷۹)

یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و یحی الارض بعد موتها و کذلک تخرجون۔

" نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے۔ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ اور زندہ کرتا ہے۔ زمین کو اُس کے مرنے کے پیچھے ۔ اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے"۔

(۳۰۔ الروم۔ ۱۹)

واللّٰہ الذی ارسل الریح فتثیر سحابا فسقنه الی بلد میت فاحیینا به الارض بعد موتها کذلک النشور

" اور اللہ ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں۔ پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو۔ پھر ہانک لے گئے ہم اس بادل کو ایک مردہ دیس کی طرف۔ پھر زندہ کر دیا۔ ہم نے اس زمین کو اس کے مر جانے کے بعد۔ اسی طرح ہو گا جی اٹھنا"۔

(۳۵۔ فاطر۔ ۹)

وان الساعته اتیته لا ریب فیها و ان اللّٰہ یبعث من فی القبور۔

" اور یہ کہ قیامت آنی ہے۔ اس میں دھوکہ نہیں۔ اور یہ کہ اللہ اٹھائے

Marfat.com

گا۔ قبروں میں پڑے ہوؤں کو"۔

(۲۲۔الحج۔۷)

قیامت اشد ضروری بات ہے۔ تاکہ ان تمام بے انصافیوں کا جو اس دنیا میں ہوتی ہیں۔ ان کا بدلہ ایک ایسا جج دے۔ جو سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور جسے شہادت کے لئے گواہوں کی بھی ضرورت نہیں۔ ایسے ماحول میں کہ اس کے بعد کسی کو بھی کسی عمل کی توفیق نہیں ہو سکتی۔ قیامت کا برپا ہونا اس کائنات کے ان اصولوں کے عین مطابق ہے۔ جو اس کائنات کو چلا رہے ہیں۔ اگر انسان تھوڑی سی غوروفکر کرے۔ اور اللہ کا فضل شاملِ حال ہو تو قیامت کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے۔ قران حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان الساعته اتییته اکاد اخفیها لتجزی کل نفس بما تسعی۔

"قیامت بے شک آنے والی ہے۔ میں اس کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ جو کچھ کسی نے کمایا ہے اس کو اس کا بدلہ ملے"

(۲۰۔ طہٰ۔ ۱۵)

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

"سو جس نے ذرہ بھر بھلائی کی۔ وہ دیکھ لے گا اُسے۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ دیکھ لے گا اسے"۔

(۹۹۔ الزلزال۔۷۔۸)

ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم

"بے شک نیک لوگ بہشت میں ہیں۔ اور بے شک گنہگار دوزخ میں ہیں"۔

Marfat.com

(۸۲ ۔ الانفطار ۔ ۱۳ ۔ ۱۴)

ہم فیہا خلدون۔

" اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے"۔

(۲۔ البقرہ ۔ ۲۵)

غیر سائنسی فلسفیوں کے بارے میں قران حکیم کی رائے مندرجہ ذیل ہے:۔

وما لہم بہ من علم ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا

" اور ان کو اس معاملے میں کچھ علم نہیں۔ اور وہ محض اٹکل پر چلتے ہیں۔ اور اٹکل کچھ کام نہ آئے ٹھیک بات میں"۔

(۵۳ ۔ النجم ۲۸)

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو کچھ بھی غیر سائنسی فلسفی نے ان بارہ صفحوں میں لکھا ہے۔ اس کا اکثر حصہ ظن و قیاس و گمان پر مبنی ہے۔ اور سائنس کی کم علمی کا کچا چٹھہ ہے۔ سائنس دان کو چاہیئے ۔کہ جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھائے یا منہ کھولے تو سائنس دان کی طرح کھولے ۔نہ کہ ظن و قیاس کی دنیا میں اُڑنے والے کسی عجیب و غریب خواب کی تعبیر شروع کر دے۔

سائنس دان کا اعتراف۔قران حکیم کی عظیم فتح:۔

ان بارہ صفحوں میں جو کچھ بھی لکھا ہے ۔وہ کفر و الحاد کا ایک بیش بہا پلندہ ہے اور خدا خبر۔ سر جیمز جینز کے ذہن میں کیا بات سمائی۔ کہ اس نے یہ بارہ صفحے اس انداز میں لکھے ہیں۔ کہ قاری کو لازماً یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ تمام خیال اُسی کے

اپنے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں۔ بلکہ یہ خیال سائنس دان فلسفیوں کے ایک پورے گروہ کے ہیں۔ اب آخر پر سر جیمز جینز کا اعتراف پڑھئے:۔ اور یہ اعتراف قران حکیم کی حقانیت کا اعتراف ہے۔ یہ اعتراف صرف اسی حصے سے متعلق ہے۔ جس کا بیان کہ ہم ابھی ابھی ختم کر رہے ہیں۔ اسی مصنف کے دوسرے اعترافات بھی اپنی اپنی جگہ پر قارعین کرام کے پیش، خدمت کیۓ جائیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ سر جیمز جینز چند برس ہوئے۔ اس دارفانی کو چھوڑ چکے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے۔ تو میری اس کتاب کی حقیقت کو روئے زمین کے دانش وروں سے بڑھ کر اگر کوئی شخص سمجھنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ تو وہ تھا۔ کچھ تھوڑے سے دانش ور اس دنیامیں آجکل اور بھی ہیں۔ جو اس کتاب کی حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کی استعداد کے مالک ہیں۔ بہر حال سب باتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اب سنئے کہ سر جیمز جینز کیا کہتا ہے:۔

"آج سے تیس برس پہلے (یہ بات ۱۹۳۰ء میں کہی گئی) ہم نے سمجھا۔ یا ہم نے باور کر لیا۔ کہ ہم میکانکی قسم کی بنیادی حقیقت کی جانب رواں ہیں۔ یہ اندھا دھند اور بے مقصد قسم کے ایٹموں کے جمگھٹے پر مشتمل تھی۔ جن کی تقدیر میں لکھا تھا۔ کہ کچھ وقت کے لئے اندھی بے مقصد قوتوں کے زیر اثر بے معنی ناچ ناچیں۔ اور مرکر ایک مردہ دنیا میں شامل ہو جائیں اسی کا ملآ میکانکی دنیا میں انہیں اندھی قوتوں کے کھیل کے نتیجے میں زندگی ایک حادثے میں سے ٹپک پڑی۔ ایٹموں کے اس یونیورس کا ایک چھوٹا سا گوشہ یا ممکن ہے۔ چند چھوٹے چھوٹے گوشے

Marfat.com

اتفاق سے کچھ عرصے کے لئے شعور پذیر ہوگئے۔ لیکن اُن کی قسمت میں لکھا تھا کہ اُنہیں اندھی میکانکی طاقتوں کے زیر اثر منجمند ہو کر ایک مردہ دنیا چھوڑ جائیں۔

آج اس بات پر کافی حد تک اتفاق ہے۔ اور یہ اتفاق سائنس کی طبعی جانب تو تقریباً کلی اتفاق تک پہنچتا ہے۔ کہ علم کے دھارے ایک غیر میکانکی حقیقت کی جانب رواں ہیں۔ یونیورس ایک عظیم مشین کی بجائے ایک عظیم فکر کی طرح معلوم دینے لگا ہے۔ ذہن اب مادے کی دنیا میں ایک حادثاتی طور پر وارد ہونے والا بن بلایا مہمان نہیں رہا۔ ذہن سے ہماری مراد انفرادی ذہن نہیں ہے۔ بلکہ وہ ذہن جس میں وہ ایٹم جن سے ہمارے انفرادی ذہن تشکیل پذیر ہوئے ہیں۔ فکر کی صورت میں موجود ہیں۔

نیا علم ہمیں جلدی میں لئے ہوئے تاثرات کی نظر ثانی پر مجبور کر رہا ہے۔ مثلاً یہ کہ ہم ایسے یونیورس میں ٹپک پڑے تھے۔ جو یا تو زندگی سے لاتعلق تھا۔ یا عملاً اس کا دشمن تھا۔ ذہن اور مادے کی وہ پرانی دوئی جو اس مفروظہ دشمنی کی ذمہ دار تھی۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ناپید ہو رہی ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ مادہ کسی شکل کی پرچھاؤں میں تبدیل ہو رہا ہے۔ یا غیر مادی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اور نہ ہی ذہن کوئی مادی خصائص اپنائے جا رہا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ حقیقی مادہ ذہن کی تخلیق اور اس کے مظہر میں ڈھلتا جا رہا ہے۔ ہم پر منکشف ہو رہا ہے۔ کہ یونیورس میں منصوبے اور ڈیزائن اور ایک ایسی کنٹرولنگ قوت کی شہادت مل

Marfat.com

مل رہی ہے۔ جس میں ہمارے انفرادی ذہنوں کے ساتھ کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے۔ یہ مماثلت جذبات۔ اخلاق یا جمالیاتی ذوق کے معاملے میں نہیں۔ بلکہ سوچ کے ایک خاص رجحان میں ہے۔ جسے کسی موزوں اصطلاح کی عدم موجودگی میں ہم ریاضیاتی کہہ سکتے ہیں۔ اور جب کہ اس میں زندگی کے مادی لوازمات کے خلاف دشمنی کا کافی عنصر موجود ہے۔ زندگی کی بنیادی سرگرمیوں کی موافقت میں بھی بہت کچھ ہے۔ ہم اس یونیورس میں اتنے اجنبی یا مداخلت، بے جا کے اس قدر مرتکب نہیں ہیں۔ جتنا کہ ہم نے سمجھ لیا تھا۔ قدیم ابتدائی کیچڑ میں وہ بے جان ایٹم جو زندگی کی خاصیتوں کی پیش بینی کر رہے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اس کائنات کی بنیادی فطرت سے زیادہ نہ کہ کم ہمکنار کر رہے تھے۔

کم از کم ایسا قیاس ہم آج کر سکتے ہیں۔ اور پھر کون جانتا ہے کتنی بار اور علم کا دھارا اپنے آپ پر الٹ پڑے گا۔ اور یہ عکس سامنے رکھ کر ہم آخر کار ایک فیصلہ کن انداز میں کہتے ہیں۔ اور یہ بات ہر پیرا گراف کے نیچے لکھ دی جانی چاہیئے۔ کہ جو کچھ بھی کہا جا چکا ہے اور ہر فیصلہ کن بات جو تجرباتی انداز میں آگے بڑھائی گئی ہے۔ تمام کا تمام اور نہائت ہی غیر مبہم انداز میں قطعی طور پر قیاسی ہے۔ اور غیر یقینی۔ ہم نے یہ بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ آیا موجودہ سائنس بعض مشکل قسم کے سوالوں کے ضمن میں کچھ کہہ سکتی ہے۔ ایسے سوال جو شائد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسانی سمجھ سے باہر رکھ دیئے گئے ہیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ روشنی کی ایک

نہائت ہی مدھم سی جھلکی کا مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی محض خیالی ہو ۔کیونکہ کوئی چیز بھی دیکھنے کے لئے ہمیں اپنی آنکھوں پر زبردست بوجھ ڈالنا پڑا۔ اور یوں ہمارا بڑے سے بڑا دعویٰ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ کہ آج کی سائنس نے ایک خصوصی اعلان کرنا ہے۔ اور یہ اعلان کیا ہے۔ شائید یہ کہ سائنس کو اعلانات کرنا چھوڑ دیناچاہیئے۔ علم کا دھارا بارہا اپنے آپ پر پلٹ پڑا ہے"

(میئسٹیریئس یونیورس صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۸)

قران حکیم:-

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا "تم کو علم دیا گیا ہے تھوڑا سا"۔

(۱۷۔ بنی اسرائیل۔ ۸۵)

یہ سر جیمز جینز دورِ حاضر کے سائنس دانوں میں سے ایک بہت بڑا سائنس دان اور سائنس دانوں کے درمیان ایک بہت بڑا قلم کار ہے۔ اس نے موجودہ سائنس کی حدود کو کس خوبی سے معین کیا ہے۔ اور اصلی حقیقت سے کس خوبی سے پردہ اٹھایا ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہ جاننے والا ہے ۔اُس کا علم محض جزوی نہیں۔ بلکہ مکمل ہے۔ اور ہر مکمل علم والا خواہ وہ سقراط ہو یا سر جیمز جینز یہ جانتا ہے کہ انسان بے چارے کا علم بہت ہی محدود ہے۔ وہ لوگ جو سائنس کو خدا خبر کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ اور خدا خبر وہ سائنس کے ساتھ کیا کیا توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے سر جیمز جینز کا یہ بیان درسِ عبرت ہے۔ یہ ان کی آنکھ کھولنے کے لئے

Marfat.com

کافی ہے۔ اور اگر دنیا والوں نے سائنس کی ہواؤں میں اُڑ کر اخلاقی بنیادوں سے علحدگی کر لی۔ تو یہی سائنس یہی نوکر اٹھ کر ایک قاہر قیامت منظر کی طرح اس انسانیت کو اس طرح پیس دے گا جس طرح ایک پہاڑ ایک چیونٹی کو۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ جس قوم نے یہ کام کرنا تھا جس نے روح اور مادہ کی آمیزش کر کے دکھانی تھی۔ جس نے سائنس اور اخلاق کو ایک ہی ترازو میں تولنا تھا۔ اس کے خراٹے دنیا کی دوسری قوموں کے کام میں خلل انداز ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

چوتھا باب

خوفزدہ سائنسی فلسفی اور قران حکیم کے دلاسے:-

نیر سائنسی فلسفی کہتا ہے:-

" اگرچہ ہم کسی حتمی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے لیکن گمان اغلب یہی ہے کہ انسانیت کسی ایسے ہی طریقے سے وجود میں آئی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ریت کے ایک ذرے کے خوردبینی ٹکڑے (زمین) پر کھڑے ہو کر ہم اس کائنات کی فطرت اور اس کی تخلیق کے مقصود کو تلاش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ایک ایسی کائنات جس نے ہماری بستی (زمین)کو مقام اور وقت کے ضمن میں گھیر رکھا ہے۔ ہمارا پہلا تاثر تو خوف کا مثیل ہوتا ہے۔ ہمیں یہ کائنات خوفناک اس کے ادوار کی بروں ازقیاس طوالتوں کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ ایسی طوالت جس کے مقابلے میں انسانی تاریخ آنکھ کی محض ایک جھپک معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں یہ کائنات خوفناک ہماری اپنی بے پناہ تنہائی کی وجہ سے اور خلا میں اپنے گھر (زمین) کی انتہائی مادی کم مائیگی کی وجہ سے نظر آتی ہے کہ زمین اس کائنات میں ایسے ہی ہے جیسے کہ روئے زمین کی ساحلی ریت کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرے کا دس لاکھواں حصہ۔ مگر ان سب باتوں کے علاوہ وہ بات جو ہمارے خوف کا سب سے بڑا سبب ہے۔اور جس کی وجہ سے ہمیں یہ کائنات خوفناک نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ کائنات ایسی زندگی سے جیسی کہ ہماری ہے قطعاً بے نیاز اور لاپرواہ نظر

Marfat.com

آتی ہے۔ جذبہ۔ تمنا۔ کامرانی۔فن۔ مذہب۔ یہ سبھی اس کے منصوبے سے خارج دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ بلاشبہ ہمیں یہ کہنا چاہیئے کہ یہ اس زندگی (جیسی کہ ہماری زندگی ہے) کی عملاً مخالف نظر آتی ہے ۔اکثر و بیشتر خالی خلا اس قدر سرد ہے کہ زندگی اس میں جم کے رہ جائے۔ اس خلا میں پائے جانے والے مادے کا بیشتر حصہ اس قدر گرم ہے ۔کہ اس میں زندگی کا قیام ممکن نہیں۔ خلامیں اجرام فلکی کی حرکت کا عمل جاری ہے ۔اور اجرام فلکی پر انواع و اقسام کی تابکاری کی بوچھاڑ رہتی ہے۔ جو غالباً زندگی سے نا موافق ہوتی ہے۔ اور یا زندگی کی قاتل ہوتی ہیں"

(مائسٹیرئس یونیورس صفحہ ۲۔۳)

اس غیر سائنسی فلسفی کا خوف و ہراس مندرجہ ذیل امور پر مبنی ہے:

(ا) زمین کائنات کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹی ہے۔

(ب) یونیورس کے فاصلے بہت ہی بڑے ہیں۔

(ج) یونیورس کے عرصوں کے مقابلے انسانیت کی تاریخ محض آنکھ کی جھپک ہے۔

(د) زمین کائنات کے مقابلے میں قطعی طور پر غیر اہم اور حقیر ہے۔

(ر) یونیورس لاتعلق ہی نہیں۔ زندگی کی دشمن بھی ہے۔

(س) یونیورس کے بعض حصے بالکل ٹھنڈے ہیں۔ اور بعض بالکل گرم

(ص) خلامیں حرکت جاری ہے۔ اور اجرام فلکی پر مختلف قسم کی ریڈیائی تابکاری کی بمبارڈمنٹ ہوتی ہے۔ یہ تابکاری زندگی پر نا مہربان ہے۔اور بعض صورتوں

Marfat.com

میں قاتل ہے۔

اگر غیر سائنسی فلسفی کا یہ خوف و ہراس محض ان معلومات تک محدود ہوتا تو ہم اس پر ترس کھاتے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہ حضرت انہیں معلومات کے بل بوتے پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی کائنات میں ہم غلطی سے ٹپک پڑے ہیں۔اور یہ حقیر سی زندگی محض کوئی ثانوی قسم کی پیداوار ہے۔ اور خالق کو اس میں قطعاً کچھ دلچسپی نہیں۔ نہ اس کا کوئی ڈیزائن ہے نہ اس میں کسی پلان ہی کی ساخت نظر آتی ہے۔ یہ حادثے کے نتیجے میں پیدا ہو گئی۔ اور ایک روز زود یا بدیر اس طرح ختم ہو جائے گی۔گویا کہ کبھی تھی ہی نہ تھی۔ نہ حشر ہے نہ نشر ہے نہ جی اُٹھنا ہے نہ سوال ہے نہ جواب ہے نہ سزا ہے نہ جزا۔ اللہ اللہ خیر صلا۔

یہ سختیاں جو اس زندگی کا خاصہ ہیں۔ ہم سب نے جھیلنی ہیں۔ یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ موج کرنے کی جگہ نہیں۔ لیکن صبرو تحمل اور بے صبری اور نومیدی کے نتائج میں ہزار گونہ فرق ہے۔ ہم یہاں آزمائش پر ہیں۔ ہمارا یہاں امتحان ہو رہا ہے۔اور امتحان کٹھن ہی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ بات جو ہمیں حیرت میں ہی نہیں ڈالتی بلکہ مبہوت کرکے رکھ دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کے چوٹیوں کے سائنس دان اجرام فلکی پر ہونے والی تابکاری کی بمبارڈمنٹ تو ذہن میں رکھے ہوئے ہیں ۔ کروڑوں میل دور ہونے والی نہایت ہی معمولی نہایت ہی بے اثر تابکاری جو ہزار ہا صدیوں سے ہو رہی ہے۔ اور جس نے آج تک ذرہ بھر بھی کچھ

Marfat.com

غیر معمولی اثر نہیں دکھایا۔ لیکن سنئے اور حیران ہو جائیے کہ یہی سائنس دان اس تباہی کو جو منٹوں منٹوں میں ساری انسانیت کو آگ میں جھلس سکتی ہے۔ جو ساری بنی نوع کو عجیب الخلقت کوڑھیوں کی نوع میں تبدیل کر کے انسانیت کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتی ہے۔ چپ چاپ سہارے ہوئے ہی نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض تو نہائت ہی دیدہ دلیری سے اس کو چار چاند لگانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ حیران ہونے کی بات نہیں۔ وہ تباہی ایٹم بم کی تباہی ہے۔ ایٹمی جہنم کی تباہی ہے ۔اور جوانسانیت کے سر پر گدھ کی صورت مسلط ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ کاسمک ریڈی ایشن جس کا رونا غیر سائنسی فلسفی نے رویا ہے۔ قدرت کا کام ہے۔ آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔ اور کچھ بھی خطرناک نہیں ۔لیکن ایٹم بم اور اٹامک ریڈی ایشن یعنی ایٹم بم کی ریڈیائی تابکاری ہم نے خود اپنے ہی ہاتھ سے اس ساری انسانیت کو اور اس کے ساتھ خود اپنے آپ کو۔ اپنے ملک۔ قوم ۔خاندان۔ اور بچوں کو تباہ کرنے کے لئے بنائی ہے۔ تاہم اب آئیے۔ قران حکیم ہمارے غیر سائنسی فلسفی کے ساتھ کیا مکالمہ کرتا ہے ۔ اور کیا نصیحت کرتا ہے۔ وہ سنیں:۔

غیر سائنسی فلسفہ کہتا ہے:۔

" اگرچہ حتمی طور پر ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے: لیکن قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانیت کئی ایسے ہی طریقے سے وجود میں آئی ہے"۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

Marfat.com

وما لهم به من علم ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوة الدنیا ذلک مبلغهم من العلم ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بمن اهتدی۔

" اور ان کو اس کی کچھ خبر نہیں۔ محض اٹکل پر چلتے ہیں۔ اور اٹکل کچھ کام نہ آئے ٹھیک بات میں۔ سو تو دھیان نہ کر اس کا۔ جو ہماری یاد سے منہ موڑے۔ اور سوائے دنیاوی زندگی کے اور کچھ نہ چاہے۔ یہی کچھ ہے مبلغ علم ان کا۔ تحقیق تیرا رب اس کو خوب جانے جو اس کی راہ سے بہکا۔ اور وہی خوب جانے اس کو جو راہ پر آیا"۔

(۵۳۔ النجم ۲۸۔ ۳۰)

قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیها وما انا علیکم بحفیظ۔

" تمھارے پاس رب کی طرف سے نشانیاں آ چکیں۔ پھر جس نے دیکھ لیا۔ سو اپنے واسطے دیکھا۔ اور جو اندھا رہا۔ سو اپنے نقصان کو اور میں نہیں تم پر نگہباں"۔

(۶۔ الانعام ۱۰۴)

غیر سائنسی فلسفی کہتا ہے:۔

" ریت کے ذرے کے ایک خورد بینی ٹکڑے پر کھڑے ہو کر (یعنی

Marfat.com

اس چھوٹی سی زمین پر کھڑے ہو کر)

قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

الم تکن ارض اللّٰہ واسعتہ۔

"کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی"۔

(۴۔ النساء ۹۷)

لیکن:۔

حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت

"کشادہ ہونے کے باوجود زمین اُن پر تنگ ہو گئی"

(۹۔ التوبہ۔ ۱۱۸)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

" ہم یونیورس (کائنات) کی فطرت اور مقصد معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں"۔

قرانِ حکیم کا ارشاد ہے:۔

وفی خلقکم وما یبث من دابتہ ایت لقوم یوقنون۔

" بے شک آسمانوں میں اور زمین میں بہت نشانیاں ہیں۔ ماننے والوں کے واسطے"۔

(۴۵۔ الجاثیہ۔ ۳)

ولقد جعلنا فی السماء بروجا و زینھا للنظرین۔

"اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں برج اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں"۔ (۱۵۔ الحجر۔ ۱۶)

Marfat.com

وحفظنها من کل شیطن رجیم۔

"اور محفوظ رکھا ہم نے اسے ہر شیطان مردود سے"۔ (۱۵۔ الحجر۔۱۷)

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا و ان اللہ لمع المحسنین

"اور جنہوں نے جدوجہد کی ہمارے واسطے ہم سمجھادیں گے ان کو اپنی راہیں"۔

(۲۹ العنکبوت ۶۹)

قل انما اعظکم بواحدة ان تقوموا للہ مثنی وفرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنته ان هو الانذیر لکم بین یدی عذاب شدید

"تو کہہ! میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو۔ کہ اُٹھ کھڑے ہو۔ اللہ کے نام پر۔ دو، دو۔ اور ایک ایک۔ پھر دھیان کرو"۔

(۳۴ السباء ۴۶)

وکذلک نری ابرهیم ملکوت السموت والارض و لیکون من الموقنین۔ فلما جن علیه اللیل راکوکبا قال هذا ربی فلما افل قال لا احب لا فلین۔ فلما را القمر باذغا قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم یهدنی ربی لاکونن من القوم الضالین۔ فلما را الشمس بازغته قال هذا ربی هذ الکبر فلما افلت قال یقوم انی بری مما تشرکون۔ انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔

"اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراهیم کو عجائبات۔ آسمانوں اور زمین کے اور تاکہ اس کو یقین آ جاوے۔ پھر جب اندھیرا کر لیا۔ اُس پر رات نے۔ تو دیکھا اُس نے ایک ستارہ۔ بولا۔ یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہو گیا۔ تو بولا۔ میں پسند نہیں

کرتا غائب ہونے والوں کو۔ پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا۔ بولا ۔ یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہو گیا۔ بولا۔ اگر نہ ہدائت کرے گا مجھ کو رب میرا۔ تو بے شک میں رہوں گا گمراہ لوگوں میں۔ پھر جب دیکھا۔ سورج جھلکتا ہوا۔ بولا ! یہ ہے رب میرا۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ غائب ہو گیا۔ تو بولا ۔ اے میری قوم ! میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو۔ مین نے متوجہ کر لیا۔ اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان۔ اور زمین۔ سب سے یکسو ہو کر۔ اور میں نہیں ہوں۔ شرک کرنے والا"۔

(۶ الانعام ۷۵ تا ۷۹)

بلکہ:۔

ولو فتحنا عليهم بابا من السماء فظلوافيه يعرجون۔ لقالوا انما سكرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔

"اگر ہم اُن پر آسمان سے دروازہ کھول دیں اور سارے دن اس میں چڑھتے رہیں۔ تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نگاہ کو باندھ دیا ہے۔ بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے"۔

(۱۵ الحجر۔ ۱۴۔ ۱۵)

ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظلمون۔ انما يوخرهم ليوم تشخص فيه الابصار۔ مهطعين مقنعى رووسهم لا يرتد اليهم طرفهم و افدتهم هواء

"اور ہرگز مت خیال کر۔ کہ اللہ اُن کاموں سے جو بے انصاف لوگ کرتے ہیں۔ بے خبر ہے۔ ان کو تو اُس دن کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے۔ کہ آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اپنے سر اوپر اُٹھائے دوڑتے ہوں گے۔ اُن کی آنکھیں ان کی طرف پھر کر نہیں آئیں گی۔ اور دل اُن کے اُڑ گئے ہوں گے"۔

(۱۴ ابراھیم ۴۲۔ ۴۳)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:-

"ہم یونیورس (کائنات) کی فطرت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں"۔

قران حکیم:-

الحمد لله الذی خلق السموت و الارض و جعل الظلمت والنور

"سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے پیدا کئے۔ آسمان اور زمین۔ اور بنایا اندھیرا اور اُجالا"۔

(۶۔ الانعام ۱)

یعنی اس کائنات کی فطرت تاریکی اور روشنی پر بنائی گئی ہے۔ یعنی ذو متقابل قوتوں کی رسہ کشی پر تاریکی کے سامنے روشنی۔ بدی کے سامنے نیکی۔ پستی کے سامنے بلندی۔ سردی کے سامنے گرمی۔ مادے کے سامنے روح۔ دنیا کے سامنے آخرت۔ دوزخ کے سامنے جنت وغیرہ وغیرہ۔

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:-

"اور یونیورس (کائنات) کا مقصود؟"

قران حکیم:-

Marfat.com

وخلق اللّٰہ السموت والارض بالحق و التجزی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون۔

" بنائے اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ۔ اور تاکہ ہر کوئی اپنی کمائی کا بدلہ پاوے۔ اور اُن پر ظلم نہ ہو گا"۔

(۴۵ الجاثیہ۔ ۲۲)

اللّٰہ الذی رفع السموت بغیر عمد ترونھا ثم الستوی علی العرش و سخر الشمس والقمر۔ کل یجری لاجل مسمی ۔یدبر الامر یفصل الایت لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔

" اللہ وہ ہے۔ جس نے اونچے کھڑے کئے آسمان بغیر ستون کے دیکھتے ہو۔ پھر قائم ہوا عرش پر۔ اور کام میں لگا دیا۔ سورج اور چاند کو۔ ہر ایک چلتا ہے۔ وقت مقرر تک۔ (اللہ) تدبیر کرتا ہے کام کی۔ ظاہر کرتا ہے نشانیاں۔ تاکہ شائد تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو"۔

(۱۳ ۔الرعد۔ ۲)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

" ہمارا پہلا تاثر تو دہشت کا تمثیل ہے"۔

قران حکیم:۔

انما المومنون الذین اذا ذکراللّٰہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتو کلون

" ایمان والے وہی ہیں۔ کہ جب نام لیا جائے۔ اللہ کا۔ تو ڈر جائیں۔ اُن کے دل۔

ر جب پڑھا جائے اُن پر اُس کا کلام۔ تو زیادہ ہو جاتا ہے۔ اُن کا ایمان۔ اور وہ

پنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں"۔

(۸ الانفعال ۲)

نزیلا ممن خلق الارض و السموت العلی

"ا تارا ہوا ہے (قران) اس کا جس نے بنائی زمین۔ اور آسمان اونچے"۔

(۲۰ طٰہ ۔۴)

رفیع الدرجت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من

عبادہ لینذر یوم التلاق۔

" اونچے درجوں والا (اللہ) عرش کا مالک۔ اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے۔

جس پر چاہے۔ تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے"۔

(۴۰ المومن ۱۵)

رب السموت السبع و رب العرش العظیم

" مالک ساتوں آسمان کا۔ اور مالک اُس بڑے تحت کا"۔

(۲۳ المومنون ۸۶)

فللہ الحمد رب السموت و رب الارض رب العلمین ۔ولہ الکبریاء فی

السموت والارض و ھو العزیز الحکیم

" اُسی کے لئے بڑائی ہے۔ آسمانوں میں۔ اور زمین میں۔ اور وہی ہے زبردست

حکمت والا"۔

(۴۵ الجاثیہ۔ ۳۷)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

" ہمیں کائنات اس کے وسیع اور بے معنی فاصلوں کی وجہ سے دہشت انگیز اور خوفناک نظر آتی ہے"۔

قران حکیم:۔

یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن۔

" اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے۔ تو نکل بھاگو۔ نہیں نکل سکتے سند کے بدون"

(۵۵۔الرحمٰن۔ ۳۳)

ہاں اگر یہ فاصلے بے معنی ہیں۔ تو پھر ان میں سے نکل کر بھاگو۔ اور نکل کر بھاگ جاؤ۔ تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر اللہ کی سند تمھارے پاس ہو۔ تو پھر ایسا کر سکو گے۔ قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

ذلک تقدیر العزیز العلیم

" اس نظام کا اندازہ کرنے والا۔ اور اس کو باندھنے والا زبردست باخبر ہے"۔

(۳۶ یٰس۔ ۳۸)

وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمتہ و السموت مطویت بیمینہ سبحنہ و تعلی عما یشرکون

" اور نہیں سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے۔ اور ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہو گی قیامت کے دن۔ اور آسمان ہوں گے لپیٹے ہوئے اُس کے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک

Marfat.com

ہے۔ اور بہت اوپر ہے۔ اُس سے کہ اُس کا شریک بتلاتے ہیں"۔

(۳۹ الزمر۔ ۶۷)

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون۔

"سو میں (اللہ) تو قریب ہوں۔ جواب دیتا ہوں۔ دعا مانگنے والے کی دُعا کا جب مجھ سے دُعا مانگے"۔

(۲ البقرہ۔ ۱۸۶)

یعنی تمھیں فاصلوں کا فکر ہے۔ میں خدا تو تمھارے قریب ہوں۔ جس سے تمھارا مطلب ہے۔

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

"کائنات ہمیں دہشتناک اس کے بروں از قیاس طویل ادوار کے سبب سے نظر آتی ہے۔ جن کے مقابلے میں انسانی تاریخ آنکھ کی ایک جھپک معلوم ہوتی ہے"۔

قران حکیم:۔

اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین۔

"کیا ان سے ڈرتے ہو۔ اللہ اس سے کہیں زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے زیادہ ڈرو۔ اگر ہو تم ایمان والے"۔

(۹ التوبہ۔ ۱۳)

انا کل شی ء خلقنہ بقدر۔ وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر۔

"ہم نے ہر چیز بنائی ہے۔ بڑے انداز سے۔ اور ہمارا امر تو ہے فقط آنکھ کی

Marfat.com

جھپک"۔

(۵۴۔ القمر۔ ۴۹۔ ۵۰)

وما امرا لساعته الا کلمح البصر اوھو اقرب ان اللہ علی کل شی ء قدیر۔

"اور قیامت کا کام تو ایسا ہے۔ جیسے آنکھ کی جھپک۔ یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

(۱۶۔ النحل۔ ۷۷)

ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ۔ان اللہ سمیع بصیر

"تم سب کا بنانا۔ اور مَرے پیچھے جِلانا۔ ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک جی کا۔ بے شک اللہ سب کچھ سنتا ہے۔ دیکھتا ہے"۔

(۳۱۔ لقمن۔ ۲۸)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

"کائنات دہشت ناک ہے ہماری تنہائی کی وجہ سے"۔

قران حکیم:۔

تم جہاں بھی ہو۔ اللہ تمھارے ساتھ ہے۔ تم تنہاء نہیں ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ھو الذی خلق السموت والارض فی ستتہ ایام ثمہ استوی علی العرش۔ یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو معکم این ما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔

"وہی ہے۔ (اللہ) جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں۔ پھر قائم ہوا۔ تخت

Marfat.com

پر۔ جانتا ہے۔ جو اندر جاتا ہے۔ زمین کے اور جو اُس سے نکلتا ہے۔ اور جو کچھ اُترتا ہے ۔آسمان سے۔ اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور وہ تمھارے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں بھی تم ہو۔ اور اللہ جو کچھ کہ تم کرتے ہو ۔ دیکھتا ہے"۔

(۵۷ الحدید۔ ۴)

نحن اولیو نکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ و لکم فیہا ما تشتھی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون۔

" ہم ہیں تمھارے رفیق دنیا میں اور آخرت میں"۔

(۴۱ حٰمٓ ۔ سجدہ ۳۱)

اللہ تعالی ہماری شاہ رگ سے بھی قریب تر ہیں۔ قران حکیم کا ارشاد ہے :-

ولقد خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس بہ نفسہ و نحن اقرب

" اور البتہ ہم نے بنایا انسان کو۔ اور ہم جانتے ہیں۔ جو باتیں آتی رہتی ہیں۔ اس کے جی میں۔ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ"۔

(۵۰۔ ق۔ ۱۶)

اللہ تعالیٰ تمھارے ہر مشورے میں شریک ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

الم تران اللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثتہ الا ھو رابعھم ولا خمستہ الا ھو سادسہم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیمتہ ان اللہ بکل شیء علیم۔

"تو نے نہیں دیکھا۔ کہ اللہ کو معلوم ہے۔ جو کچھ ہے آسمانوں میں۔ اور جو کچھ ہے زمین میں۔ کہیں نہیں ہوتا۔ مشورہ تین کا جہاں وہ نہیں ہوتا۔ اُن میں چوتھا۔ اور نہ پانچ کا۔ جہاں نہیں ہوتا۔ وہ اُن میں چھٹا۔ اور نہ اُس سے کم اور نہ زیادہ۔ جہاں وہ نہیں ہوتا اُن کے ساتھ جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ پھر جتلاوے گا۔ اُن کو جو کچھ انہوں نے کیا۔ قیامت کے دن۔ بے شک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز"۔

(۵۸۔ المجادلہ ۷)

نگہبان فرشتے بھی تم پر مقرر ہیں۔ تم تنہا نہیں ہو:۔

وان علیکم لحفظین۔ کراما کاتبین۔ یعلمون ما تفعلون۔

"اور تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔

(۸۲ الانفطار ۱۰ تا ۱۲)

تمھاری تنہائی کو دور کرنے کے لئے تمھارے لئے بیویاں پیدا کر دی ہیں:۔

ومن ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودۃ ورحمتہ ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون

"اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے۔ یہ کہ بنا دیئے تمھارے واسطے تمھاری قسم سے جوڑے۔ کہ چین پکڑو ان کے پاس۔ اور ڈال دیا تمھارے بیچ میں پیار۔ اور مہربانی البتہ اس میں بہت پتے کی باتیں ہیں۔ اُن کے لئے جو دھیان کرتے ہیں"۔

(۳۰ الروم ۲۱)

Marfat.com

ند کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل:-

لا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔

"سنتے ہو! اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل"۔

(۱۳ الرعد۔ ۲۸)

یر سائنسی سائنس دان فلسفی:-

و کائنات دہشتناک ہمیں اپنے گھر (زمین) کی مادی کم مائیگی کے سبب نظر آتی ہے۔ ہماری زمین۔ کائنات میں۔ ریت کے ایک ذرے کا دس لاکھواں حصہ روئے زمین پر پائی جانے والی ساری سمندری ریت (کائنات) کے مقابلے میں"۔

قران حکیم:-

اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب و لھو و زینتہ وتفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد۔ کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثمہ یھیج فترہ مصفرا ثمہ یکون حطاما و فی الاخرۃ عذاب شدید و مغفرۃ من اللہ و رضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔ سابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنتہ عرضھا کعرض السماء والارض اعدت للذین امنوا باللہ و رسلہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

"جان لو! کہ دنیا کی زندگانی یہی ہے۔ کھیل تماشا۔ اور آرائش۔ اور بڑائیاں۔ کرنی آپس میں۔ اور بہتات ڈھونڈھنی مال کی۔ اور اولاد کی۔ جیسے حالت ایک مینہ کی۔ جو خوش لگا کسانوں کو۔ اُس کا سبزہ پھر زور پر آتا ہے۔ پھر تو دیکھے تو زرد ہو گیا۔ پھر ہو جاتا ہے۔ روندا ہوا گھاس۔ اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ اور معافی بھی ہے۔

Marfat.com

اللہ سے۔ اور رضامندی۔ اور دنیا کی زندگانی تو یہی ہے پونجی دغا کی۔ دوڑو۔ اپنے رب کی معافی کی طرف کو۔ اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ایسا ہے جیسا کہ آسمان اور زمین کا۔ تیار رکھی ہے واسطے اُن کے۔ جو ایمان لائے اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر۔ یہ فضل اللہ کا ہے، جس کو چاہے دے۔ اور اللہ کا فضل عظیم ہے"۔

(۵۷ الحدید۔ ۲۰۔ ۲۱)

دوزخ اس زمین سے بھی تنگ و تاریک اور کم مایہ ہے:۔

بل كذبوا بالساعته و اعتدنا لمن كذب بالساعته سعيرا ۔ اذا راتهم من مكان بعيد سمعوا لها تغيظا و زفيرا۔ واذا القوا منها مكانا ضيقا مقرنين دعوا هنا لك ثبورا۔ لا تدعوا اليوم ثبورا واحدا و ادعوا ثبورا كثيرا۔ قل اذلك خير ام جنته الخلد التى وعد المتقون كانت لهم جزاء و مصيرا ۔لهم فيها ما يشاء ون خلدين ۔كان على ربك وعدا مسئولا

" بلکہ وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو۔ اور ہم نے تیار کر رکھی ہے اُس کے لئے جو قیامت کو جھٹلاتا ہے۔ آگ۔ جب وہ دیکھے گی اُن کو دور سے۔ تو سنیں گے اس کا جھنجھلانا اور چلانا۔ اور جب ڈالے جائیں گے اس کے اندر۔ ایک تنگ جگہ میں اور ایک زنجیر میں کئی کئی بندھے ہوئے۔ پکاریں گے اُس جگہ موت کو۔ مت پکارو آج ایک موت کو۔ اور پکارو کئی موتوں کو۔ تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے۔ یا باغ ہمیشہ رہنے کا۔ جس کا وعدہ ہو چکا۔ پرہیزگاروں سے۔ وہ ہوگا ان کے عمل کا بدلہ۔ اور اُن

کے پھر جانے کی جگہہ اُن کے واسطے وہاں ہے۔ جو وہ چاہیں۔ اور رہیں اُس میں ہمیشہ۔ ہو چکا۔ تیرے رب کے ذمہ وعدہ ملنے والا"۔

(۲۵۔ الفرقان ۱۱ تا ۱۶)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

"مگر اس سب سے بڑھ کر کائنات ہمیں دہشت ناک معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ اس زندگی سے جیسی کہ ہماری ہے لاتعلق نظر آتی ہے۔ جذبہ۔ تمنا۔ کامرانی۔ فن۔ اور مذہب سب کے سب اس کے منصوبے سے خارج دکھائی دیتے ہیں"۔

قران حکیم:۔

تم غلط کہتے ہو اور خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو:۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموت وما فی الارض و اسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ و باطنہ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتب منیر۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ اللہ نے تمہاری خدمت پر مامور کیا۔ سب کچھ۔ جو بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور پوری کر دیں۔ تم پر اپنی نعمتیں۔ کھلی اور چھپی۔ اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں۔ جو جھگڑتے ہیں۔ اللہ کی بات میں بغیر علم کے اور بغیر سوجھ کے اور بغیر روشن کتاب کے"۔

(۳۱ لقمٰن۔ ۲۰)

اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا و السماء بناء و صورکم فاحسن

Marfat.com

صورکم و رزقکم من الطیبت

" اللہ ہے۔ جس نے بنایا۔ تمھارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہہ۔ اور آسمان کو عمارت۔ اور صورت بنائی تمھاری۔ تو اچھی صورتیں بنائیں تمھاری۔ اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے۔ وہ اللہ ہے۔ رب تمھارا۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا۔ وہ ہے۔ زندہ رہنے والا۔ اور کوئی نہیں خدا سوائے اُس کے"۔

(۴۰۔ المومن۔ ۶۴۔ ۶۵)

جعل لکم السمع والابصار والافئدة قلیلا ما تشکرون

" اور بنا دیئے تمھارے لئے کان۔ اور آنکھیں۔ اور دل۔ تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو"۔

(۳۲۔ السجدہ۔ ۹)

فبای الاء ربکما تکذبن

" پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے"۔

(۵۵۔ الرحمن۔ ۷۵)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

" شائد کہ ضرور ہمیں کہنا چاہیئے۔ کہ کائنات ہماری جیسی زندگی کی حقیقتاً دشمن نظر آتی ہے"۔

کائنات کو تم سے کچھ دشمنی نہیں۔ زندگی ایک آزمائش ہے۔ قران حکیم نے فرمایا ہے

۔و ھوالذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما اتکم ان ربک سریع العقاب۔

Marfat.com

"اور اُسی (اللہ) نے تم کو زمین پر نائب کیا ہے۔ اور بلند کر دیئے تم میں درجے۔ ایک کے ایک پر۔ تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں۔ تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے"۔

(۶۔ الانعام ۱۶۵)

تکلیف کی آزمائش قران حکیم کے مطابق:۔

ولنبلونکم بشیء من الخوف و الجوع و نقص من الاموال والانفس و الثمرت۔ و بشر الصبرین ۔الذین اذا اصابتھم مصیبته ۔قالو انا لللہ و انا الیه راجعون۔ اولیک علیھم صلوت من ربھم و رحمته و اولئک ھم المھتدون۔

"اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو۔ تھوڑے سے ڈر سے۔ اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور میووں کے نقصان سے۔ اور خوش خبری دے اُن صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے اُن کو کچھ مصیبت۔ تو کہیں۔ ہم تو اللہ کا ہی مال ہیں۔ اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر عنائیتیں ہیں اپنے رب کی۔ اور مہربانی۔ اور وہی ہیں سیدھی راہ پر"۔

(۲۔البقرہ ۱۵۵ ۔ ۱۵۷)

وما اللہ یرید ظلما للعلمین۔

"اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ خلقت پر"۔

(۳ آلِ عمران ۱۰۸) **ان اللہ بالناس لرء وف رحیم۔**

Marfat.com

"بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہائت مہربان ہے"۔

(۲۔ البقرہ۔ ۱۴۳)

سلم قولا من رب رحیم۔

"مہربان رب کا قول ہے سلام (سلامتی)"

(۳۶ یسٰ۔ ۵۸)

یہ زندگی تو چند روزہ ہے۔ قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین۔

"تمھارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اُٹھانا ہے۔ ایک وقت تک"۔

(۷ الاعراف۔ ۲۴)

کائنات کو کوئی دشمنی نہیں۔ تم اس سے مت گھبراؤ۔

وعداللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فا ولئک ھم الفسقون

"وعدہ کر لیا اللہ نے اُن لوگوں سے۔ جو تم میں ایمان لائے ہیں۔ اور کئے ہیں انھوں نے نیک کام۔ البتہ اُن کو پیچھے حاکم کر دے گا۔ ملک میں۔ جیسا حاکم کیا تھا۔ اُن سے اگلوں کو۔ اور اُن کے لئے جما دے گا۔ دین اُن کا۔ جو پسند کر دیا اُن کے واسطے۔ اور اُن کے ڈر کو امن سے بدل دے گا۔ میری بندگی کریں گے اور میرے

Marfat.com

ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ اور جو کوئی ناشکری کرے۔ اس کے پیچھے سو

وہی لوگ ہیں نافرمان"۔

(۲۴ النور۔ ۵۵)

عسی ربکم ان یرحمکم و ان عدتم عدنا و جعلنا جھنم للکفرین

حصیرا

"بعید نہیں تمھارے رب سے۔ کہ رحم کرے تم پر۔ اور اگر پھر شرارت کرو گے۔

تو ہم اس کا جواب دیں گے۔ اور کیا ہے ہم نے دوزخ کو کافروں کا قید خانہ"۔

(۱۷ بنی اسرائیل ۸)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

"اکثر و بیشتر خالی خلا اتنی سرد ہے۔ کہ اُس میں ساری زندگی منجمند ہو جائے"۔

قران حکیم:۔

افراء یتم النار التی تورون ۔ انتم انشاتم شجرتھا ام نحن المنشئون۔

نحن جعلنھا تذکرۃ و متاعا للمقوین۔

"بھلا دیکھو۔ تو آگ جس کو تم سلگاتے ہو۔ کیا تم نے پیدا کیا اُس کا درخت۔ یا ہم

ہیں پیدا کرنے والے۔ ہم نے ہی تو بنایا وہ درخت یاد دلانے کو۔ اور جنگل والوں

کے برتنے کو"۔

(۵۶ الواقعہ ۷۱ تا ۷۳)

والانعام خلقھا لکم فیھا دف ۔ و منافع و منھا تاکلون۔

Marfat.com

"اور چوپائے بنا دئے تمھارے واسطے اُن کی اون سے گرم کپڑے۔ اور خیمے بنتے ہیں"۔

(۱۶ النحل ۵)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

"خلا میں پائے جانے والے مادے کا کثیر حصہ اس درجہ گرم ہے کہ اس میں زندگی ناممکن ہے"۔

قران حکیم:۔

والله جعل لکم مما خلق ظللا و جعل لکم من الجبال اکنانا و جعل لکم سرابیل تقیکم الحر و سرابیل تقیکم باسکم کذلک یتم نعمته علیکم لعلکم تسلمون۔

"اللہ نے بنا دیئے تمھارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے۔ اور بنا دیں تمھارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں۔ اور بنا دیئے تم کو کُرتے۔ جو بچاؤ ہیں گرمی میں۔ اور کُرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی میں۔ اس طرح پورا کرتا ہے۔ اپنا احسان تم پر۔ تاکہ تم حکم مانو"۔

(۱۶ النحل ۸۱)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

"خلا میں حرکت ہوتی رہتی ہے"۔

گبھراؤ نہیں۔ قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

وجعلنا السماء سقفا محفوظا

Marfat.com

" بنایا ہم نے آسمانوں کو چھت محفوظ"۔

(۲۱ الانبیاء ۳۲)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

" اور اجرامِ فلکی پر انواع و اقسام کی ریڈیائی تابکاری کی مسلسل بمبارڈمنٹ ہوتی ہے۔ یہ تابکاری غالباً بالعموم زندگی پر نامہربان ہے۔ بلکہ زندگی کی قاتل بھی ہے"۔

قران حکیم:۔

قل من یکلوء کم باللیل و النھار من الرحمن بل ھم عن ذکر ربھم معرضون۔

" تو کہہ۔ کون نگہبانی کرتا ہے تمھاری رات میں اور دن میں رحمن سے۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں"۔

(۲۱۔ الانبیاء ۴۲)

اُن کی ان باتوں کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ وہ خدا اور اس کے دین سے فراغت حاصل کرنا چاہتے ہیں:۔

و ھوالقاھر فوق عبادہ و یرسل علیکم حفظتہ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون۔

" اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان۔ یہاں تک کہ جب آپہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں۔ اُس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے۔ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے"۔

(۶ الانعام ۶۱)

Marfat.com

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللّٰہ کتبا موجلا۔

"اور کوئی مر نہیں سکتا۔ بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا ہے ایک وقت، مقرر"۔

(۳ آلِ عمران ۱۴۵)

بلکہ ایک غضبناک اللہ کی بمبارڈمنٹ سے ڈرو۔

فلما جاء امرنا جعلنا عالیها سافلها وا مطرنا علیها حجارۃ من سجیل ۔منضود۔ مسومته عند ربک وما هی من الظلمین ببعید۔

"پھر جب پہنچا حکم ہمارا۔ کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائے ہم نے اس پر پتھر کنکر کے تہہ بہ تہہ۔ نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس۔ اور نہیں ہے وہ بستی۔ ان ظالموں سے کچھ دور"۔

(۱۱ ھود۔ ۸۲ ۔ ۸۳)

و امطرنا علیهم مطرا فساء مطر المنذرین۔

"اور برسایا اُن پر ایک برساؤ (پتھروں کا) سو کیا بُرا برساؤ تھا۔ اُن ڈرے ہوؤں کا"۔

(۲۶ الشعراء ۱۷۳)

کلا لینبذن فی الحطمه

"ڈال دیا جائے گا وہ الحطمہ میں"۔

(۱۰۴ الھمزہ۔ ۴)

اب پڑھئے۔ اسی سائنس دان کے اعترافات جو قران حکیم کی عظیم فتح ہے۔ دوسرے اعترافات آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔

سر جیمز جینز اُن وجوہات کو جو غیر سائنسی سائنس دان فلسفی نے خوف کا موجب قرار دیا ہے۔ یکلخت رد کر دیا ہے۔ اب اُس کا پہلا بیان ملاحظہ کریں۔ پھر اُس کے مقابلے میں اُس کے اعترافات لکھے جائیں گے۔

سر جیمز جینز کا پہلا بیان:-

"ریت کے ایک ذرے کے خوردبینی ٹکڑے (زمین) پر کھڑے ہو کر ہم اس کائنات کی فطرت اور اس کی تخلیق کے مقصود کو تلاش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ایک ایسی کائنات جس نے ہمارے گھر (زمین) کو مقام اور وقت کے ضمن میں گھیر رکھا ہے۔ ہمارا پہلا تاثر تو دہشت کا مثیل ہوتا ہے"۔

"ہمیں یہ کائنات دہشتناک اس کے وسیع بے معنی فاصلوں کی وجہ سے نظر آتی ہے"۔

"ہمیں یہ کائنات دہشتناک اس کے بروں از قیاس طویل ادوار کے سبب سے نظر آتی ہے۔ جن کے مقابلے میں انسانی تاریخ آنکھ کی ایک جھپک معلوم ہوتی ہے"۔

"ہمیں یہ کائنات دہشتناک ہماری اپنی بے پناہ تنہائی کی وجہ سے۔ اور خلا میں اپنے گھر (زمین) کی انتہائی مادی کم مائیگی کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ زمین اس کائنات میں ایسی ہی ہے۔ جیسے کہ روئے زمین کی ساری ساحلی ریت کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرے کا دس لاکھواں حصہ"۔

"مگر ان سب باتوں کے علاوہ وہ بات جو ہماری دہشت کا سب سے بڑا

سبب ہے اور جس کی وجہ سے ہمیں یہ کائنات دہشتناک نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ کائنات اس زندگی سے جیسی زندگی کہ ہماری ہے۔ قطعاً بے نیاز اور لاپرواہ نظر آتی ہے۔ جذبہ۔ تمنّا۔ کامرانی۔ فن۔ مذہب۔ یہ سبھی اس کائنات کے منصوبے سے خارج دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ بلا شبہ ہمیں یہ کہنا چاہیئے۔ کہ یہ کائنات اس زندگی کی جیسی کہ ہماری زندگی ہے۔ عملاً مخالف نظر آتی ہے۔ اکثر و بیشتر خالی خلاء اس قدر سرد ہے۔ کہ زندگی اس میں جم کے رہ جائے۔ اس خلاء میں پائے جانے والے مادے کا بیشتر حصہ اس قدر گرم ہے۔ کہ اس میں زندگی کا قیام ناممکن ہے۔ خلاء میں اجرامِ فلکی کی حرکت کا عمل جاری ہے۔ اور اجرام فلکی پر انواع و اقسام کی تابکاری کی بوچھاڑ رہتی ہے۔ جو غالباً زندگی پر نا مہربان ہوتی ہیں۔ اور یا زندگی کی قاتل ہوتی ہیں"۔

(مِسٹیرئیس یونیورس صفحہ ۲۔۳)

اب اسی مصنف کا اسی کتاب میں دوسرا بیان پڑھیئے:۔

"اب اس بات میں شائید یہ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ حالات اس طرح ہوں تو کائنات کی ظاہری وسعتیں اور اس کا خالی ہونا۔ اور ہماری زمین کے حجم کی کم مائیگی جیسے عوامل کے معاملے میں ہمیں کسی گھبراہٹ یا تشویش لاحق ہونے کی ضرورت نہیں جب کہ ہم خوفزدہ نہیں ہوتے۔ ان عمارتوں کے حجموں سے جنہیں ہماری اپنی فکر جنم دیتی ہے۔ اور نہ ہی ان سے جو دوسرے تصور میں لاتے ہیں۔

Marfat.com

ر پھر ہمارے سامنے ان کا بیان کرتے ہیں۔ دو موریا کی کہانی میں پیٹر ایٹسن اور
چز آف ٹاورز کتنے ہی بڑے بڑے ہوائی محل اور ہوائی باغ تعمیر کرتے ہیں۔ ایسے
ل اور ایسے باغ جن کی وسعتیں ہمیشہ بڑھتی ہی رہتی ہیں۔ تاہم انہوں نے اپنی
ں تخلیقات سے کچھ بھی خوف محسوس نہ کیا۔ اس کائنات کی عظیم جسامت خوف کی
جائے تشفی کا باعث ہوتی ہے۔ ہم کسی معمولی دنیا کے باشندے نہیں۔ ہمیں خلا کی
محدودیت پر بھی حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم کسی قسم کی جستجو کی حاجت
سوس نہیں کرتے۔ اس چار دیواری کے باہر جس نے ہماری خواب کی دنیا کو گھیر
لھا ہے۔

یہی قصہ وقت کا ہے۔ جسے خلا کی طرح ہمیں محدود ہی سمجھنا چاہیئے۔ اگر ہم
قت کے دھارے کو پیچھے کی طرف (ماضی کی جانب) لپیٹنا شروع کر دیں۔ تو ہمیں
ں راہ میں کئی ایک ایسی علامتیں ملتی ہیں۔ کہ کافی سفر کے بعد ہم اس کے
ندائی منبع تک پہنچ جائیں گے۔ ایک ایسا وقت جس سے پہلے اس کائنات کا کوئی
ود نہ تھا۔ قدرت کو لازوال طور پر چلنے والی مشینوں سے چڑ ہے۔ اور یہ بات
ید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ خود اس کی اپنی کائنات ایک بڑے پیمانے پر اس
یکانزم کی مثال پیش کرے۔ جسے وہ سخت ناپسند کرتی ہے۔ اور قدرت کا تفصیلی
ائزہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ تھرموڈائنامکس کی سائنس یہ سمجھاتی ہے کہ کس
رح قدرت کی ہر چیز اپنی آخری نوبت کو اس عمل کے مطابق پہنچتی ہے۔ جسے
ں سائنس نے (Increase of Entropy) انٹراپی کی بڑھوتری کا نام دیا ہے۔

Marfat.com

(انٹراپی کسی چیز کی حرارتی قوت کی میکانکی کام میں تبدیلی کی امکانی حدود کا نام ہے ۔ مولف) انٹراپی کو ہمیشہ بڑھتے ہی رہنا چاہیئے۔ یہ کبھی بھی نہیں ٹھہر سکتی۔ جب تک یہ اتنی بڑھ نہ جائے۔ کہ اس سے آگے بڑھنے کا امکان ختم ہو جائے۔ جب یہ مرحلہ پہنچ جاتا ہے تو مزید ترقی ناممکن ہو گی۔ اور کائنات مردہ ہو جائے گی۔ اس طرح جب تک کہ سائنس کی یہ پوری برانچ غلط نہ ہو۔ قدرت اپنے آپ کو جو متبادل مہیا کرتی ہے وہ ہے ترقی اور موت۔ ساکت قیام کی اجازت صرف اور صرف قبر کے سکوت میں دیتی ہے"۔

(میسٹرئس یونیورس صفحہ ۱۳۱۔ ۱۱۳۲ The Mysterious Universe page 131-132

انٹراپی کے ضمن میں یہ عظیم سائنس دان ایک بہت بڑی بات کہہ گیا ہے۔ اور اس کا نظریہ عین قران حکیم کے متعلقہ نظریئے سے عین مطابقت کھاتا ہے۔ لیکن باتیں بہت باریک ہیں۔ اسی سائنس دان کا یہی نظریہ اپنی جگہہ درست ہونے کے باوجود ہمیں اس سائنس دان کے متعلق لازمی طور پر مزید جستجو میں مبتلا کر دیتا ہے۔ کہ آیا اس کائنات کی کلی فنا کے بعد وہ قیامت کے نظریئے پر یقین رکھتا ہے کہ نہیں۔ سائنس دانوں کا اچھا خاصا گروہ ایسا بھی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ جس طرح یہ کائنات رفتہ رفتہ تحلیل ہو رہی ہے۔ کسی دوسری جگہہ یہی تحلیل شدہ کائنات کسی دوسری کائنات کے روپ میں صورت پذیر ہو رہی ہے۔ بہر حال یہ بعد کی باتیں ہیں۔
ہمیں خوشی ہے کہ سر جیمز جینز کے قد کاٹھ کے سائنس دان نے قرانی نظریات کو تسلیم کر لیا ہے۔ البتہ ہم اپنے قاری کو اس امر میں تشنہ نہیں چھوڑیں گے اور اُسے

Marfat.com

قران حکیم میں سے اسی انٹراپی جیسے عجیب و غریب مسئلے کو دکھائیں گے۔ تاکہ قران حکیم کا وہ دعویٰ مسلّم ہو۔ جس میں قران حکیم نے کہا ہے کہ قران حکیم میں ہر مثل موجود ہے۔ اگر آپ نے انٹراپی کے مسئلے کی ماہیت کو نہیں جانا۔ تو آپ قران حکیم میں دی ہوئی انٹراپی کی مثال کو بھی نہیں سمجھ پائیں گے۔ لیکن سادہ سے سادہ تعریف انٹراپی کی یہ ہے ۔کہ جو چیز بھی قوانینِ قدرت کے مطابق اپنی انتہا کی جانب گامزن ہے۔ وہ اس معینہ انتہاء کو پہنچ کر رہے گی۔ اب اسی اصول کی روشنی میں قران حکیم کی مندرجہ ذیل عبارت کو ملاحظہ فرمائیں:۔

فلولا اذا بلغت الحلقوم۔ و انتم حینئذ تنظرون۔ و نحن اقرب الیه منکم و لکن لا تبصرون۔ فلولا ان کنتم غیر مدینین۔ ترجعونها ان کنتم صدقین۔

"پھر کیوں نہیں۔ جس وقت جان پہنچتی ہے۔ حلق کو۔ اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہو۔ اور ہم اُس کے پاس ہیں تم سے زیادہ قریب۔ پَر تم نہیں دیکھتے۔ پھر کیوں نہیں۔ اگر تم نہیں ہو کسی حکم میں۔ تو کیوں نہیں پھیر لیتے اس روح کو ۔ اگر ہو تم سچے"۔

(۵۶ ۔ الواقعہ ۸۳ تا ۸۷)

یہ ہے قران حکیم کی انٹراپی کی مثال۔ یعنی روح کی انتہاء ہے آخرت۔ تم اسے اپنی راہ پر گامزن ہونے سے روک نہیں سکتے۔ لیکن ملاحظہ کیجئے کہ قران حکیم کی انٹراپی نے آخرت کو لازم کر کے دکھا دیا۔ یہ ہے حقیقت اور یہ ہے کمال اس کتاب کا جسے

Marfat.com

قران حکیم کہا جاتا ہے۔ اس میں سے ہر بات نکال لو۔ ہکسلے نے کہا۔ چھ بندر ابدآلاباد تک ٹائپ کریں۔ تو ساری کتابیں ٹائپ کر ڈالیں۔ محض اتفاق سے۔ میں کہتا ہوں اگر روئے زمین کے سارے سائنس دان ابدآلاباد تک حقیقت کی تلاش میں لگے رہے تو جو آخری اعلان ہو گا۔ وہ یہی ہو گا کہ قران حکیم نے کہا۔ سچ کہا۔ ہم اس سے آگے کچھ نہیں ڈھونڈھ سکے۔ ہماری بروں از حد و شمار صدیوں کی شب و روز کی جانکاہ کاوشوں کا نتیجہ یہی ہے اور فقط یہی ہے کہ جو قران حکیم نے کہا وہ سچ کہا وہی حق ہے۔

یہ بات البتہ ایک مفروضہ ہے۔ جو طویل تحقیق و جستجو کے ضمن میں آتا ہے۔ آئیے میں آپ کو قران حکیم کی اتنی عظیم صداقت سے روشناس کراتا ہوں۔ جو اگرچہ نفسِ مضمون سے ہٹ کر ہے۔ لیکن اس کی خصوصی اہمیت کے پیشِ نظر میں سمجھتا ہوں۔ کہ دنیا میں ہر چھپنے والی کتاب کے ہر صفحے پر اسے چسپاں کیا جانا چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے :-

"اس دنیوی ایٹمی جہنم (ایٹم بم اور ایٹمی تابکاری) کی پیدائش کے اسباب و علل وہی ہیں۔ جو قران حکیم نے حطمہ کی آگ میں ڈالے جانے کے استحقاق کی بتائی ہیں۔ یعنی عیب جوئی۔ زراندوزی۔ اور دولت کی ہمیشگی کا یقین۔ اس لئے لازماً وہ لوگ جو اس دنیوی؛ ایٹمی جہنم کی سزا کے استحقاق کے باوجود اس سے بچ نکلیں گے۔ وہ کسی صورت بھی اگلے جہان کے لازوال اور ابدی حطمہ (ایٹمی جہنم) سے بچ نہیں سکیں گے۔ یہ دنیوی ایٹمی جہنم اگلی دنیا کے حطمہ کا ایک پَرتو ہے۔ تذکرہ ہے۔ آج

اس دور کے انسان کے لئے اس حقیقت سے زیادہ فکر انگیز حقیقت متصور نہیں ہو سکتی۔ روئے زمین پر موجود ہر شے اس حقیقت میں ڈوب جاتی ہے۔ نفسِ، مضمون سے ہٹ کر اس بات کے کہنے کے لئے معذرت کے ساتھ اب آگے چلتے ہیں۔ تاکہ قران حکیم کے ہوشربا معجزوں کا ملاحظہ اپنی آنکھوں سے کریں۔

Marfat.com

پانچواں باب

قران حکیم کی معجزانہ پیش بینی کی چند حیران کن جھلکیاں:-

قران حکیم ہاتف کی صدا ہے۔ قران حکیم نے نہ صرف مستقبل میں پیدا ہونے والے فلسفیانہ رجحانات ہی کو قلم بند کیا ہے۔ بلکہ دورِ جدید کے علمی اور سائنیسی دور کے عظیم مصنفوں کی تحریروں کو بھی نشانہ بنایا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قران حکیم کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ فلاں فلاں فلسفی پیدا ہو گا۔ اُس کا یہ یہ فلسفہ ہو گا۔ اور اُس کی یہ یہ تحریر ہو گی۔ ہم اس کتاب میں مثال صرف سر جیمز جینز کے ان بارہ صفحوں کی دے سکیں گے۔ لیکن یہی بارہ صفحے آپ کو قرانِ حکیم کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیں گے۔ خواہ آپ سائنس دان ہیں۔ خواہ فلسفی ہیں۔ خواہ کسی بھی رنگ کے عالم فاضل ہیں۔ نہیں بلکہ ایک ان پڑھ شخص بھی ان حیران کن باتوں کو سمجھ لے گا۔ اور قرانی معجزہ کا قائل ہو جائے گا۔ کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کہ قران حکیم کی کتاب میں افلاطون کی شہرہ آفاق تمثیل موسوم بہ تمثیلِ غار کی مثیل مل سکے گی۔ لیکن آپ اسی باب میں اس تمثیل کو ضرور دیکھیں گے۔ جو قران حکیم نے اپنی عالم گیریت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ اگر یہ بات یورپ کے عظیم فلسفیوں اور عظیم عالموں کو پتہ چلے تو وہ حیرت سے غش کھا جائیں۔ اور جب غش سے افاقہ ہو تو برملا کہہ دیں واہ قران۔ سبحان اللہ۔ حقیقی معجزہ۔ لازوال اور زندہ جاوید معجزہ۔

اللہ کا دعویٰ قرآن حکیم کے معاملے میں مندرجہ ذیل ہے:-

ولقد ضربنا للناس فی ھذا القران من کل مثل لعلھم یتذکرون۔ قرانا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون۔

"ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن حکیم میں سب چیز کی مثل۔ تاکہ وہ دھیان کریں۔ قرآن ہے عربی زبان کا جس میں کجی نہیں۔ تاکہ وہ بچ کر چلیں"۔

(۳۹ الزمر ۲۷ ۔ ۲۸)

یہ بہت بڑا دعویٰ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے بارے میں کیا ہے۔ قرآن حکیم صرف تیس پاروں کی کتاب جو تقریباً تین سو صفحات میں لکھے جا سکتے ہیں۔ اس ضخامت کی کتاب کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس میں ہر مثل موجود ہے۔ بہت ہی بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن قرآن حکیم اپنے اس دعوے پر سو فی صد پورا اترتا ہے۔ صرف دیکھنے والی نگاہ چاہیئے۔ وہ لوگ جن کے دل میں قرآن حکیم کے متعلق وساوس پیدا ہو گئے ہیں۔ یا جن کی آئندہ نسل قرآن حکیم سے دوری اختیار کر چکی ہے۔ اُن کے لئے تیر، بہدف نسخہ ہے۔ وہ اس بات کو غور سے پڑھیں۔ اور سمجھیں۔

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:-

"ستاروں کی یہ بے شمار تعداد خلاء میں گھومتی پھرتی ہے۔ کچھ تو گروہ کی صورت میں اکٹھا سفر کرتے ہیں۔ مگر اکثریت اُن کی تنہاء مسافروں کی ہے۔ اور یہ ایک ایسی وسیع کائنات میں سفر کرتے ہیں جس کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ کسی ایک ستارے کا کسی دوسرے ستارے کے قریب پھٹکنا بعید از قیاس نظر آتا ہے۔ اکثر و بیشتر ہر

Marfat.com

ایک ستارہ ایک خالی سمندر پر تیرتے ہوئے جہاز کی مانند تنہائی میں مصروفِ سفر رہتا ہے"۔

(مسٹیریس یونیورس صفحہ ۱)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:-

"اکثر و بیشتر ہر ایک ستارہ ایک خالی سمندر پر تیرتے ہوئے جہاز کی مانند تنہائی میں مصروف سفر رہتا ہے"۔

قران حکیم کا ارشاد ہے:-

وکل فی فلک یسبحون

"ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے ہیں"۔

(۳۶ یٰس ۔ ۴۰)

غیر سائنسی سائنس دان فلسی کہتا ہے:-

"کسی ایک ستارے کا کسی دوسرے ستارے کے قریب پھٹکنا بعید از قیاس نظر آتا ہے۔ اکثر و بیشتر ہر ایک ایک خالی سمندر پر تیرتے ہوئے جہاز کی مانند تنہائی میں مصروف سفر رہتا ہے"۔

قران حکیم میں ارشاد ہے:-

لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھا ر و کل فی فلک یسبحون۔

"نہ سورج سے ہو کہ پکڑے چاند کو۔ اور نہ رات آگے بڑھے دن سے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے ہیں"۔

Marfat.com

(۳۶ یٰس۔ ۴۰)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

" تاہم ہم مانتے ہیں۔ کہ تقریباً دو ارب سال پیشتر یہ امرِ محال وقوع پذیر ہوا۔ وہ اس طرح کہ ایک دوسرا ستارہ خلا میں بے مقصد گھومتا ہوا سورج کے قریب ایک اثر انداز فاصلے پر پہنچ گیا۔ اور جس طرح کہ سورج اور چاند زمین کی سطح پر مدوجزر کی لہریں اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح اس ستارے نے سورج کی سطح پر مدو جزر کی لہریں اٹھائی ہوں گی۔ مگر وہ لہریں ان لہروں سے قطعی مختلف ہوں گی۔ جو چاند کا چھوٹا سا حجم ہمارے سمندروں میں اُٹھاتا ہے۔ ایک عظیم لہر سورج کی سطح پر رواں ہوئی ہو گی۔ جس نے باآلاخر ایک بلند و بالا پہاڑ کی شکل اختیار کر لی ہو گی۔ جوں جوں کہ تموج کا اصلی سبب اس کے قریب تر آتا گیا ہوگا۔ بلند سے بلند تر ہوتی گئی ہو گی۔ اوراس سے قبل کہ دوسرا ستارہ دور ہٹنا شروع کر دے۔ اس کا تناؤ اتنا شدید ہو گیا ہو گا۔ کہ پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں گے۔ اور اس پہاڑ نے اپنے ٹکڑے اس طرح پھینک دیئے ہوں گے۔ جس طرح کہ لہر چھڑکاؤ کر دیتی ہے۔ یہ ٹکڑے اُس وقت سے اپنے مبداء (سورج) کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ یہ سیارے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے۔ جن میں ایک ہماری زمین بھی ہے"۔

(مَسٹرئیس یونیورس صفحہ ۱۔۲)

اب معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ زمین کی آفرینش کا قرآنی نظریہ مندرجہ بالا نظریئے سے قطعی طور پر مختلف ہے۔ البتہ جس طرح سائنس دان نے سورج اور ستارے

Marfat.com

کی ایک صورت دکھائی ہے۔ اسی قسم کی ایک صورت قران حکیم میں بھی موجود ہے۔ اور وہ ہے نبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، اور جبرائیل فرشتے کا قِران۔ البتہ سائنس دان نے اپنی تھیوری فقط اور فقط حادثے پر مبنی کی ہے۔ قران حکیم اس حادثاتی نوعیت کو نہیں مانتا۔ نیز زمین خاص مقصد کے لئے آسمان سے پہلے بنی۔ قران حکیم میں ارشاد ہے:-

والنجم اذا هوى۔ ما ضل صاحبكم وما غوى۔وما ينطق عن الهوى۔ ان هو الا وحى يوحى۔ علمه شديد القوى۔ ذو مرة فاستوى۔ و هو بالافق الاعلى۔ ثم دنا فتدلى۔ فكان قاب قوسين او ادنى۔ فاوحى الى عبده ما اوحى۔ ما كذب الفواد ما راى۔ افتمرونه على ما يرى۔ ولقد راه نزلته اخرى۔ عند سدرة المنتهى۔ عندها جنته الماوى ۔ اذ يغشى السدرة ما يغشى۔ ما زاغ البصر وما طغى۔ لقد راى من ايت ربه الكبرى۔

"قسم ہے تارے کی جب گرے۔ بہکا نہیں تمہارا رفیق ۔ نہ بے راہ چلا۔ اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے۔ یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔ اُس کو سکھلایا ہے۔ سخت قوتوں والے نے زور آور نے۔ پھر سیدھا بیٹھا۔ اور وہ تھا اونچے کنارے پر آسمان کے۔ پھر نزدیک ہوا۔ اور لٹک آیا۔ پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر۔ یا اس سے بھی نزدیک۔ پھر حکم بھیجا۔ اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا جھوٹ نہیں کہا۔ رسول کے دل نے جو دیکھا۔ اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو۔ اس پر جو اُس نے دیکھا۔ اور۔ اُس کو اُس نے دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی۔ سدرۃ المنتہیٰ

Marfat.com

کے پاس۔ اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی۔ جب چھارہا تھا۔ اُس بیری پر جو چھا رہا تھا۔ بہکی نہیں نگاہ نہ حد سے بڑھی۔ بے شک دیکھے اُس نے اپنے رب کے بڑے نمونے"۔

(۵۳۔ النجم۔ ۱ تا ۱۸)

سائنس دان کے ستارے کے مقابلے میں قرآن حکیم کی ستارے کی قسم کی مناسبت نگاہ میں رکھیں۔ اب سیدھی سی بات ہے۔ سائنس دان نے کہا:۔

"قسم ہے تارے کی
جب گرے
وہ ستارا تھا اونچے کنارے پر آسمان کے،
پھر نزدیک آیا
اور لٹک آیا،
سورج کے قریب،
اتنا قریب کہ اُٹھ گیا پھر،
پھٹ گیا پہاڑ مدو جزر کا
سورج کی سطح پر
اور پھینک دیئے
سورج نے
ہر طرف ٹکڑے پہاڑ کے
اور گھومتے رہے وہ ٹکڑے
سورج کے گرد،

Marfat.com

حتیٰ کہ ہو گئے ٹھنڈے

اور پھر ایک ٹکڑے نے دے دیا جنم زندگی کو"۔

یہ ہے تھیوری سائنس دان کی۔ اس کے مقابلے میں یہی صورت قران حکیم نے پیدا کی ہے۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جبرائیل فرشتے نے نزول کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سینے پر وحی کے ذریعے مدرجزر کی لہر اٹھائی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس وحی کو دنیا کے گوشے گوشے میں منتشر کر دیا۔ اور اسلام انسانیت میں ظہور پذیر ہوا۔ سو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اور وہ تھا

اونچے کنارے پر آسمان کے

(یعنی جبرائیل فرشتہ)۔

پھر نزدیک ہوا۔

اور لٹک آیا

یعنی محمد مصطفےٰ کے قریب

پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر

یا اس سے بھی نزدیک

(جس طرح ستارہ)

(سورج کے قریب آ پہنچا تھا)

(اس کا تناؤ اتنا بڑھ گیا تھا)

(کہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گیا)

پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر)

Marfat.com

جو بھیجا

جھوٹ نہیں کہا

رسول نے جو دیکھا"۔

غیر سائنسی سائنس دان فلفسی کہتا ہے:۔

" ریت کے ایک ذرے کے خورد بینی ٹکڑے (زمین) پر کھڑے ہو کر ہم اس کائنات کی فطرت اور اس کی تخلیق کے مقصود کو تلاش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ایک ایسی کائنات جس نے ہمارے گھر (زمین) کو مقام اور وقت کے ضمن میں گھیر رکھا ہے۔ ہمارا پہلا تاثر تو دہشت کا مثیل ہوتا ہے۔ ہمیں یہ کائنات دہشتناک اس کے وسیع بے معنی فاصلوں کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ ہمیں یہ کائنات دہشتناک اس کے بروں از قیاس طویل ادوار کے سبب سے نظر آتی ہے۔ جن کے مقابلے میں انسانی تاریخ آنکھ کی ایک جھپک معلوم ہوتی ہے"۔

(میسٹرئیں یونیورس صفحہ ۲۔۳)

آنکھ کی جھپک کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:۔

انا کل شیء خلقنه بقدر۔ وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر۔

" ہم نے ہر چیز بنائی ہے ٹھیک ٹھیک اندازہ کر کے اور ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے جیسے آنکھ کی جھپک"۔

(۵۴۔ القمر۔ ۴۹ تا ۵۰)

وما امر الساعته الا کلمح البصر او هو اقرب

" اور قیامت کا کام تو ایسا ہے جیسے آنکھ کی جھپک یا اس سے بھی قریب"۔

Marfat.com

(۱۶ النحل ۷۷)

اب اندازہ فرمایئے۔ سائنس دان کی اس بات کا اس سے بہتر جواب تصور میں نہیں آ سکتا۔

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

"ان سیارتی نظاموں کا کمیاب ہونا ایک بہت اہم بات ہے۔ کیوں کہ جہاں تک کہ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ زندگی جیسی کہ ہم زمین پر دیکھتے ہیں۔ صرف اور صرف زمین جیسے سیاروں میں ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ زندگی کو نمودار ہونے کے لئے موزوں طبیعاتی حالات کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن میں سب سے زیادہ ضروری وہ ٹمپریچر ہے۔ جس میں چیزیں مائع حالت میں رہ سکتی ہیں"۔

(مائیسٹیریئس یونیور س The Mysterious Universe صفحہ ۴)

مائع حالت کی شرط کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وجعلنا من الماء كل شیء حی۔

"اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے"۔

(۲۱ الانبیاء ۳۰)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

"زندگی فقط ایک تنگ منطقہ معتدلہ میں رہ سکتی ہے۔ جو ان آگ کے گولوں (ستاروں) میں سے ہر ایک کے گرد ایک معین فاصلے پر تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ ایسے منطقوں سے باہر زندگی منجمد ہو جائے۔ ان کے اندر کی طرف (ستاروں کی جانب) ہو تو حرارت سے تڑ مڑ جائے۔ ایک عام اندازے کے مطابق ایسے منطقے

Marfat.com

جن میں زندگی کا قیام ممکن ہے۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے۔ تو ان کا حجم ساری کائنات کے ہزار کھربویں حصے سے بھی کم بنتا ہے۔ پھر ایسے منطقوں کے اندر بھی زندگی کی موجودگی بڑی کم یاب ہوگی۔ کیونکہ آفتابوں کے لئے سیاروں کو اپنے آپ سے الگ کرنا جیسا کہ ہمارے آفتاب نے کیا ہے۔ ایک ایسا غیر معمولی حادثہ ہے۔ کہ ایک لاکھ ستاروں میں تقریباً ایک ستارہ ایسا ہوتا ہے جس کے گرد ایک سیارہ اُس چھوٹے سے منطقے میں گردش کر رہا ہے۔ جس میں زندگی کی نمو ممکن ہے۔ اور اسی سبب سے یہ بات ناقابلِ تسلیم معلوم ہوتی ہے کہ اس کائنات کو بنیادی طور پر (زمین پر پیدا ہونے والی) اس زندگی کی خاطر تخلیق کیا گیا۔ جیسی کہ ہماری زندگی ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی۔ تو یقیناً ہم بجا طور پر اس مشری (کائنات) کے قد کاٹھ اور پیداوار (زمین پر اُگنے والی زندگی کی مقدار کے درمیان بہتر تناسب کی توقع کرتے۔ پہلی نظر میں تو کم از کم یہ زندگی ایک نہائت ہی کم مایہ اور ثانوی قسم کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔ ہم زندہ چیزیں شاہراہ سے ہٹ کر ہیں"۔

(مائسٹریس یونیورس صفحہ ۴۔۵)

اب آپ نے دیکھ لیا کہ اس سائنس دان نے پہلے تو مادی لحاظ سے کائنات کے مقابلے میں زمین اور اس پر پیدا ہونے والی زندگی کو نہایت ہی حقیر ثابت کیا۔ اور کائنات کی مشین اور زندگی کی پیداوار کے تناسب کو زندگی کے وقار کے منافی سمجھا۔ اور آخر کار کہا کہ کم از کم پہلی نظر میں تو یہ زندگی نہایت ہی کم مایہ اور

Marfat.com

ثانوی قسم کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے خالق کی کسی خاص توجہ کی مستحق نہیں۔ لیکن قرآن حکیم کا جواب سنئے:۔

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

" پہلی نظر میں تو کم از کم یہ زندگی ایک نہائت ہی کم مایہ اور ثانوی قسم کی پیداوار معلوم ہوتی ہے"۔

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی:۔

" پہلی نظر میں"۔

پھر دوبارہ دیکھ۔

کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ (تناسب کی غلطی)

پھر نگاہ کو لوٹا کر دیکھ۔

(ایک بار نہیں)

دو دو بار،

تری نگاہ لوٹ کر آئے گی تیرے پاس۔

رد ہو کر، تھک کر۔

پورا بیان ملاحظہ ہو۔ اور جواب کی مناسب کا اندازہ کیا جائے۔ اگر یہ معجزہ نہیں تو معجزہ اور کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

تبرک الذی بیدہ الملک و هو علی کل شی ء قدیر۔ الذی خلق الموت والحیوة لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ و هو العزیز الغفور۔ الذی خلق سبع سموت طباقا۔ ما تری فی خلق الرحمن من تفوت۔ فارجع البصر هل تری من فطور۔ ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا

Marfat.com

وھو حسیر۔ ولقد زینا السماء الدنیا بمصا بیح و جعلنھارجوما الشیطین و اعتدنا لھم عذاب السعیر۔ وللذین کفروا بربھم عذاب جھنم و بئس المصیر۔

" بڑی برکت ہے اس کی۔ جس کے ہاتھ میں راج۔ اور وہ ہربات پر قادر ہے۔ جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے۔ کون تم میں اچھا کرتا ہے کام۔ اوروہ زبردست ہے بخشنے والا۔ جس نے بنائے سات آسمان تہہ بہ تہہ۔ کیا دیکھتا ہے تو رحمن کے بنانے میں کچھ فرق (یعنی تو کہتا ہے کہ کائنات اور زندگی کے درمیان کوئی مناسبت نہیں) (اگر پہلی نظر میں دھوکہ ہوا تو) پھردوبارہ نگاہ کر۔ کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ۔ پھر لوٹاکر نگاہ کر۔ دو دو بار لوٹ کر آئے گی تیرے پاس۔ تیری نگاہ رد ہو کر۔ تھک کر۔ اورہم نے رونق دی سب سے ورے آسمان کو چراغوں سے۔ اور اُن سے کر رکھی ہے۔ ہم نے پھینک مار شیطانوں کے واسطے۔ اور رکھا ہے اُن کے واسطے عذاب دہکتی آگ کا۔ اور جو لوگ منکر ہوئے اپنے رب سے۔ اُن کے واسطے ہے عذاب دوزخ کا۔ اور بری جگہ جا پہنچے"۔

(۶۷ الملک ۱ تا ۶)

آپ غور فرمائیں گے تو ان چھ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کے سارے سوالوں کا جواب دے دیا ہے۔ اور ہر شبہے کو دور کر دیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ان چھ آئیتوں میں کون کون سے مسئلے واضح کئے ہیں۔ ان بہت سارے مسائل میں یقیناً آپ کو زندگی کی تخلیق کا مقصود۔ اللہ کی قدرت۔

Marfat.com

اُس کی مخلوق میں دلچسپی۔ اُس کی تخلیق کی درستی۔ اور سزا و جزا کا مسئلہ ضرور نظر آئیں گے۔

غیر سائنسی سائنس دان کہتا ہے:-

" البتہ ہم اس قدر ضرور جانتے ہیں۔ کہ جب کہ زندہ جسم کا مادہ بالکل عام طرح کے ایٹموں سے بنا ہوتا ہے۔ یہ بالعموم اس قسم کے ایٹموں سے بنا ہوتا ہے۔ جن میں غیر معمولی طور پر بڑے مالیکیولوں (سالموں) میں مثلاً خون کی پھٹکی کی طرح منجمد ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے"۔

(مائسٹریئیس یونیورس صفحہ ۶)

قران حکیم کا ارشاد ہے:-

خلق الانسان من علق۔

" بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے"۔

(۹۶ العلق ۲)

قیامت اور روز جزا سے انکار کا جواز پیدا کرنے کے لئے غیر سائنسی سائنس دان فلسفی نے زندگی میں منصوبے اور مقصود کے فقدان یا لاعلمی کا سہارا لے کر خالق کی اس زندگی میں عدمِ دلچسپی کا باعث اس کائنات کے مقابلے میں زندگی کی انتہائی بے مائیگی کو قرار دیتے ہوئے اس کائنات میں زندگی کی کارکردگی کو ملاح کی گانٹھوں کا مثیل ٹھہرا کر ایک عجیب و غریب مثال پیش کی ہے۔ آپ بھی اُسی کی زبانی سنیں:-

" ایک معمولی سی تشبیہی مثال اس معاملے کو ایک واضح صورت میں پیش کر سکتی

Marfat.com

ہے۔ تخیل کی صفت سے عاری ایک ملاح جو گانٹھیں لگانے کا عادی ہے۔ شائید یہ سوچے کہ اگر گانٹھیں لگانا ممکن نہ ہو۔ تو سمندر کو پار کرنا بھی ناممکن ہو۔ اب گانٹھ لگنے کی صلاحیت ابعادِ ثلاثہ Three Dimensional Space میں منحصر ہے۔ کوئی بھی گانٹھ۔ ایک ۔دو۔چار۔ پانچ یا ابعاد کی کسی دوسری تعداد میں نہیں لگ سکتی۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر تخیل کی صفت سے عاری ہمارا ملاح یہ دلیل پیش کر سکتا ہے کہ ایک رحیم و کریم خالق کی مربیانہ نگاہِ انتخاب کا مرکز یہی ملاح ہی ہوں گے اور اُس نے یہ بات اختیار کی ہو گی۔ کہ ابعاد تین ہی ہوں۔ تاکہ گانٹھیں لگانا اور سمندر کو عبور کرنا اس کائنات میں ممکن ہو۔ جو اُس نے تخلیق کی۔ مختصراً یہ کہ ابعاد تین تھیں۔ تاکہ ملاح وجود میں آ سکیں۔ یہ اور دوسری دلیل جو اوپر آ چکی ہے۔ ایک ہی سطح پر معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ زندگی تمام تر اور گانٹھیں لگانا ایک دوسرے کے مماثل اس طرح ہیں ۔کہ ان دونوں میں سے کسی کا بھی مادی کائنات کی کارکردگی میں ایک نہائت ہی غیر اہم نہائت ہی قلیل کسر سے زیادہ عمل نہیں"۔

(مائسٹریئس یونیورس صفحہ ۹۔۱۰)

اب غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ اس قسم کے ملاح کو تخیل کی صفت سے عاری قرار دے۔ جو ایک حقیر سی گانٹھ میں ساری کائنات دیکھ سکتا ہے۔ اور تخلیق کے منصوبے زندگی کے مقصود کی طویل کڑیاں جوڑ سکتا ہے۔ بلکہ ہم اس قسم کے غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کو تخیل کی صفت

Marfat.com

سے قطعاً عاری گردانتے میں حق بجانب ہیں۔ جو اتنا بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جتنا کہ ایک ان پڑھ ملاح دیکھ سکتا ہے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا۔ لیکن اگر آپ اس کی اس ملاح والی مثال کا منطقی تجزیہ کریں۔ تو آپ اُسے یہ کہتا ہوا سنیں گے۔

" ہم کبھی یہ نہیں مان سکتے۔ کہ ایسے عوامل مثلاً ابعادِ ثلاثہ گرہ کا لگانا۔ سمندروں کو عبور کرنا۔ تخیل کی صفت سے عاری ملاح اور خالق کی مربیانہ صفت کے درمیان کسی بھی قسم کا کوئی رابطہ ہے"۔

کیونکہ اگر اُسے ان عوامل میں کوئی ظاہری یا باطنی رابطہ نظر آتا۔ تو یقیناً ایسی بات نہ کہتا۔ سب سے بڑی بات جو اُس کی اس تشبیہ میں سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی ایسے وجود کا قائل نہیں۔ جو ابعادِ ثلاثہ میں منحصر نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں وہ کسی بھی ایسی چیز کا قائل نہیں۔ جو مادی نہ ہو۔ کیونکہ ہر مادی چیز کے لئے ابعادِ ثلاثہ میں منحصر ہونا لازمی شرط ہے۔ اور اسی لئے وہ آخرت کی زندگی کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کے خیال میں آخرت کو مادی ہونا چاہیئے۔ یعنی ابعاد ثلاثہ میں منحصر ہونا چاہیئے۔ لیکن چونکہ ابعاد ثلاثہ تو اس موجودہ دنیا کی فنا کے ساتھ فنا ہو جائے گی۔ لہذا آخرت کی زندگی محض روحانی قسم کی ہو گی۔ اور روحانی زندگی چونکہ ابعادِ ثلاثہ سے عاری ہوتی ہے۔ لہذا آخرت کا وجود قابلِ قبول نہیں۔

اس کے بعد اب ہم آپ کو وہ جواب سنوائیں گے۔ جو قران حکیم نے اس غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کے اس پیچیدہ مسئلے کے جواب میں دیا ہے۔

Marfat.com

قران حکیم اس ابعادِ ثلاثہ کے مقلد کو بتاتا ہے۔ کہ اللہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ روحانی چیزیں مادی اوصاف پیدا کر دے۔ مثلاً سایہ ہو جو ابعادِ ثلاثہ میں منحصر ہو۔ اگرچہ عام اصول سے سایہ ابعادِ اثنین (دو) ہوتا ہے۔ اور پھر اسی سائے میں سے توپ کے محل جتنی چنگاریاں برسیں۔ جو لازماً مادی (ابعادِ ثلاثہ) اشیاء کا خاصہ ہے۔ سائے کا نہیں۔ اور پھر یہ چنگاریاں اونٹوں کی طرح معلوم ہوں۔ اور اونٹ بھی مادی (ابعادِ ثلاثہ) چیزیں ہیں۔ اور سب تشریح کے بعد اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آج ان کی سب منطقیں اور سائنسیں ختم ہو گئیں اور اب یہ بولتے نہیں ہیں۔ قران کہتا ہے۔

انطلقو الی ما کنتم بہ تکذبون۔ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب۔ لا ظلیل ولا یغنی من اللھب۔ انھا ترمی بشرر کالقصر۔ کانہ جملت صفر۔

"چل کر دیکھو۔ جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے (یعنی روحانی دنیا کو) چلو ایک چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں ہیں (ابعاد ثلاثہ ہیں۔ اور یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ چھاؤں ابعادِ ثلاثہ میں منحصر ہو) نہ گہری چھاؤں اور نہ کچھ کام آئے تپش میں۔ (اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہو چھاؤں اور اُس میں چھاؤں کے اوصاف موجود نہ ہوں) وہ آگ پھینکتی ہے۔ چنگاریاں جیسے کہ محل۔ (یہ وصف ابعادِ ثلاثہ اور مادی چیزوں کا ہے) گویا وہ اونٹ ہیں زرد۔ (یہ بھی مادی) خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ (قیامت کو جھٹلانے والے آخرت کی زندگی کے منکر) یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں

گے"۔

(۷۷ المرسلات۔ ۲۹ تا ۳۵)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

"یہ تو تھا وہ حیران کن طریقہ جس کے ذریعے جہاں تک سائنس اب ہمیں بتا سکتی ہے۔ ہم وجود میں آئے۔ اور ہماری حیرانگی میں مزید زیادتی ہی ہوتی ہے۔ جب ہم اپنے آغاز سے آگے بڑھ کر اپنی موجودگی کے مقصد کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ یا اُس انجام کی پیشین گوئی کرنا چاہتے ہیں۔ جو تقدیر نے ہماری نوع (بنی نوع انسانی) کے لئے مقدر کر رکھا ہے"۔

(مائسٹیرئس یونیورس صفحہ ۱۰)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

"ہماری حیرانگی میں مزید زیادتی ہی ہوتی ہے"۔

قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

کالذی استھوتہ الشیطین فی الارض حیران

"مثل اس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اس کو جنوں نے جنگل میں جب کہ وہ حیران ہے"۔

(۶۔ الانعام ۷۱)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

"زمین کے منطقہ معتدلہ میں رہتے ہوئے قدیم انسان نے اپنے گھر پر برفانی دور

Marfat.com

کے نزول کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا ہو گا۔ سال بہ سال برفانی تودے نیچے وادیوں میں پھسل کر قریب تر آ رہے تھے۔ ہر سردی کے موسم میں سورج کی گرمی جو زندگی کے لئے ضروری تھی۔ کمتر ہوتی جا رہی تھی۔ اسے (قدیم انسان کو) بھی ہماری ہی طرح کائنات کا رویہ معاندانہ معلوم ہوتا ہو گا"۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین۔ و ان ربک هو یحشرهم انه حکیم علیم۔

"ہم نے جان رکھا ہے۔ قدیم کو بھی اور جدید کو بھی۔ اور تیرا رب وہی اکٹھا کر لائے گا۔ بے شک وہی ہے حکمتوں والا خبردار"۔

(۵ الحجر ۲۴۔ ۲۵)

تلک امته قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولاتسئلو ن عما کانو یعملون۔

"وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ہے۔ اُن کے واسطے ہے۔ جو انہوں نے کیا۔ اور تمھارے واسطے ہے جو تم نے کیا۔ اور تم سے پوچھ نہیں اُن کے کاموں کی"۔

(۲ البقرہ ۱۳۴)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:۔

"ہم اس بعد کے زمانے کے لوگ۔ سورج کے گرد ایک تنگ منطقۂ معتدلہ میں رہتے ہوئے۔ اور مستقبل بعید میں جھانکتے ہوئے۔ اپنے سامنے ایک دوسری قسم کے برفانی دور کو گھورتا دیکھتے ہیں۔ جس طرح ٹانٹالس کے لئے ایک ایسی جھیل میں کھڑا

Marfat.com

ہونے کے باوجود کہ وہ بمشکل ڈوبنے سے بچ رہا تھا۔ پیاس سے ہلاک ہونا مقدر تھا۔ بعینہ یہی المیہ ہماری نوع (نوعِ انسانی) کا ہے۔ کہ اس کی قسمت میں سردی سے ختم ہو جانا لکھا ہے۔ جب کہ کائنات کا اکثر مادہ اتنا گرم ہو گا۔ کہ اُس میں زندگی اپنا قدم نہیں رکھ سکے گی"۔

(مائسٹیریئیس یونیورس صفحہ ۱۰)

ٹانٹالس یونانی دیو مالا کا ایک فرد ہے۔ یہ "زی اَس" دیوتا کا بیٹا تھا۔ اسے سزا یہ ملی تھی۔ کہ اسے جھیل میں کھڑا کر دیا گیا ٹھوڑی تک اور اس کے سر کے اوپر میوہ دار ٹہنیاں لٹک رہی تھیں۔ جب وہ پیاس بجھانے کے لئے نیچے کو جھکتا تو پانی نیچے نیچے چلا جاتا۔ اور اگر وہ میوہ توڑنے کے لئے اوپر کی طرف ہاتھ اُٹھاتا۔ تو میوہ والی ٹہنی اوپر اوپر اُٹھتی جاتی۔

اب دیکھئے کہ ہر مثل رکھنے والا قران حکیم بھی اپنا ٹانٹالس پیش کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشیء الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وما ھو ببالغہ وما دعاء الکفرین الا فی ضلل۔

"اور جن لوگوں کو پکارتے ہیں اُس (اللہ) کے سوا۔ وہ کام نہیں آتے اُن کے کچھ بھی۔ مگر جیسے کہ پھیلائے دو ہاتھ پانی کی طرف کہ آ پہنچے اُس کے منہ تک۔ اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اُس تک۔ اور جتنی پکار ہے کافروں کی سب گمراہی ہے"۔

(۱۳ الرعد ۱۴)

Marfat.com

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:-

" فزکس بھی ہمیں وہی بتاتی ہے جو کچھ کہ فلکیات بتاتی ہے۔ یقیناً تمام فلکیاتی تقاضوں سے صرفِ نظر۔ فزکس کا عمومی اصول جسے علم حرکیات کے دوسرے قانون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پیشین گوئی کرتا ہے کہ کائنات کا صرف ایک ہی انجام ہو سکتا ہے۔ اور وہ ہے " حرارت کی موت"۔ جس میں کائنات کی ساری قوت برابر برابر تقسیم ہو کر منتشر ہو جائے گی۔ اور کائنات کا سارا مادہ ایک ہی درجہ حرارت پر ہو گا۔ یہ درجہ حرارت اتنا کم ہو گا۔ کہ زندگی کو ناممکن بنا دے گا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہ کسی مخصوص راستے سے یہ آخری کیفیت وارد ہو گی۔ سب راہیں روم ہی کو جاتی ہیں۔ اور سفر کا اختتام سوائے عالم گیر فنا کے اور کچھ نہیں ہو سکتا"۔

(مائسٹیریس یونیورس صفحہ ۱۱)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:-

" عالم گیر فنا"۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلل و الاکرام

" جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ اور باقی رہے گا تیرے رب کی بزرگی کا"۔

(۵۵۔ الرحمن ۲۶۔۲۷)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:-

Marfat.com

"تو پھر کیا زندگی کی یہی کچھ حقیقت ہے۔ غلطی سے ایک ایسی کائنات میں ٹپک پڑنا۔ جو صریحاً زندگی کی خاطر نہیں بنائی گئی تھی۔ اور جو تمام ظاہری شواہد کے لحاظ سے یا تو زندگی سے مکمل طور پر لاتعلق ہے۔ یا یقیناً اس کے خلاف دشمنی کا جذبہ رکھتی ہے ...... ریت کے ایک ذرے کے ٹکڑے (زمین) سے چمٹے رہنا۔ حتیٰ کہ منجمد ہو جائیں...... اپنی منی سی سٹیج پر اپنا منا سا لمحہ چلنا پھرنا۔ یہ جانتے ہوئے کہ ہماری ساری تمنائیں آخر کار بربادی کا شکار ہونے والی ہیں۔ اور یہ کہ ہماری تمام کامیاب کاوشیں ہماری نوع (نوع انسانی) کے ہمراہ معدوم ہو جاتی ہیں ...... اور کائنات کو چھوڑ دینا گویا کہ ہم یہاں بسے ہی نہ تھے"۔

(مائیسٹیرئس یونیورس صفحہ ۱۱۔ ۱۲)

غیر سائنسی سائنس دان فلسفی کہتا ہے:-

"گویا کہ ہم یہاں بسے ہی نہ تھے"۔

قران حکیم کا ارشاد ہے:-

واخذ الذين ظلموا الصيحته فاصبحوا فى ديارهم جثمين۔ كان لم يغنو ا فيهد الا ان ثمود ا كفرو ربهم - الا بعد الثمود۔

"جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے"۔

(۱۱ ھود۔ ۶۸)

قران حکیم دو قوموں کی مثال دیتا ہے۔ جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

"اور جب پہنچا حکم ہمارا۔ بچا دیا ہم نے صالح کو اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ

Marfat.com

اپنی رحمت سے۔ اور اس دن کی رسوائی سے۔ بے شک تیرا رب وہی ہے۔ زور والا زبردست۔ اور پکڑ لیا ان ظالموں کو ہولناک آواز نے۔ پھر صبح کو رہ گئے۔ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے۔ جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے"۔

فلما جاء امرنا نجینا صلحا والذین امنوا معه برحمته منا ومن خزی یومئذ ان ربک هوالقوی العزیز۔ و اخذ الذین ظلموا الصیحته فاصبحوا فی دیارهم جثمین۔

(۱۱ هود ٦٦ تا ٦٨)

ولما جاء امرنا نجینا شعیبا والذین امنوا معه برحمته منا و اخذت الذین ظلمو ا الصیحته فالصبحو فی دیارهم جثمین۔ کان لم یغنوا فیها

(۱۱ هود ۹۴ تا ۹۵)

"اور جب پہنچا ہمارا حکم۔ بچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو ایمان لائے تھے اُس کے ساتھ اپنی مہربانی سے۔ اور آ پکڑا ان ظالموں کو کڑک نے۔ پھر صبح کو وہ رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے۔ گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے"۔

(۱۱ هود ۹۴ ۔ ۹۵)

(تاہم قیامت کو اُٹھائے جائیں گے حساب کے لئے)

اور یہ زندگی:۔

"گویا کل یہاں بسے نہ تھی"۔

قران حکیم کا ارشاد ہے:۔

Marfat.com

انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض زخر فہا وا زینت و ظن اھلہا انھم قدرون علیہا اتہا امرنا لیلا او نہارا فجعلنہا حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نفصل الا یت لقوم یتفکرون۔
" دنیا کی زندگانی کی وہی مثل ہے۔ جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے۔ پھر رلا ملا نکلا۔ اس سے سبزہ زمین کا۔ جو کہ کھائیں آدمی اور جانور۔ یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے رونق۔ اور مزین ہو گئی۔ اور خیال کیا زمین والوں نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی۔ ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اس کو کاٹ کر ڈھیر۔ گویا کل یہاں نہ تھی آبادی"۔

(۱۰ یونس ۲۴)

اور اب آخیر پر دیکھئے۔ معجزوں کا معجزہ۔ سر جیمز جینز کی کتاب " دی مائسٹیرئس یونیورس " THE MYSTERIOUS UNIVERSE کے ٹائیٹل پیج TITLE PAGE پر ہمیں حکیم افلاطون کی معروف زمانہ تمثیل جو " غار کی تمثیل" کے نام سے مشہور ہے۔ اور فلسفے اور حکمت کے ہار کا ہیرا ہے۔ اور جسے اپنی کتاب کے ٹائیٹل پیج کی خاطر چن کر موضوع کی مناسبت کے سبب سر جیمز جینز نے اپنے ذوقِ سلیم کا بہترین ثبوت مہیا کیا ہے۔ لیکن قران حکیم کا معجزہ ملاحظہ فرمائیں۔ قران حکیم نے اسی تمثیل کا نعم البدل پیش کیا ہے۔ یہ کرامت دیکھتے وقت انسان ایسے محسوس کرتا ہے جیسے کہ خواب دیکھ رہا ہو۔ الہیٰ ! یہ قران حکیم ہے یا

Marfat.com

ساری کائنات اس کتاب میں سمٹ کر آگئی ہے۔ کہ جو چیز مانگو تمھیں مل جائے۔ یورپ۔ امریکہ۔ یونان۔ جاپان۔ روس۔ چین۔ آسٹریلیا کا کوئی عالم اگر اس بات کو دیکھے تو مجھے یقین ہے کہ وہ کم از کم تین مرتبہ آنکھیں ملے گا۔ کہ وہ حقیقت دیکھ رہا ہے کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ اور ایسا ہی میرے اس پہلے مضمون کے معاملے میں ہوا۔ جو دسمبر ۱۹۶۳ء میں پاکستان ٹائمز میں چھپا۔ یہ تھا قران حکیم اور ایٹم بم کی پیشین گوئی کے متعلق۔ تو یہ اخبار جہاں جہاں مغربی ممالک میں گیا۔ تو مجھے بتایا گیا کہ وہاں بہت سارے نسخے قرانی ترجمے کے محض اس لئے بک گئے کہ تسلی کی جائے۔ کہ کیا واقعی ایسی چیز قران حکیم یا کسی کتاب میں پائی جا سکتی ہے۔ بہرحال اب قرانی معجزہ ملاحظہ فرمایئے۔ اور یاد رکھئے کہ جو کچھ بھی میں نے ان دونوں کتابوں یعنی "قران حکیم اور ایٹم بم کے متعلق پیشینگوئی" اور "سائنس دان کا غیر سائنسی فلسفہ"۔ میں لکھا ہے۔ وہ اللہ کا فضل ہے۔ جو مجھ پر ہوا۔ اور یہ انکشافات محض اللہ کے فضل کا نتیجہ ہیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم اس بات کو نقل کریں یہ جان لیا جائے کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُمی تھے۔ یعنی ان پڑھ تھے۔ اور کسی کتاب تک اُن کی رسائی نہ تھی۔ یونانی فلسفیوں کی باریک بینیوں کا تذکرہ ہی کیا جس زمانے میں نزولِ قران ہوا۔ اُس زمانے میں عربوں کو یونانی فلسفے کی ہوا تک نہ لگی تھی۔ یونانی فلسفے کا علم چند عرب عالموں کو اُس وقت ہوا جب ماموں الرشید عباسی خلیفہ نے قیصرِ روم سے یونانی فلسفے کی کتابیں منگوا کر اُن کے تراجم کا

Marfat.com

بندوبست کیا۔ یہ یونانی فلسفے کی کتابیں عیسائیوں نے بھی شجرۂ ممنوعہ قرار دے کر کہیں کسی تہہ خانے میں مقفل کر رکھی تھیں۔ اُس تہہ خانے سے نکال کر مامون الرشید کی جانب روانہ کی گئیں۔

افلاطون کی شہرۂ آفاق تمثیل میں فرض کیا گیا ہے کہ انسانیت ایک زیرِ زمین غار میں رہ رہی ہے۔ غار کا منہ روشنی کی جانب ہے۔ انسانوں کی پیٹھ کی جانب اوپر آگ جل رہی ہے۔ اس آگ اور انسانوں کے درمیان ایک دیوار ہے۔ فلم کے پردے کی طرح جس پر اُن چیزوں کے عکس چل پھر رہے ہیں۔ جو چیزیں انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اور وہ گردن موڑ کر دیکھ نہیں سکتے۔ کیونکہ اُن کی ٹانگیں اور گردنیں زنجیروں سے جکڑی ہوئی ہیں۔ اور وہ گردن کو موڑ نہ سکنے کی وجہ سے اپنے سامنے ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اور اس طرح اُن کے لئے حقیقتیں سوائے سایوں کے کچھ نہیں۔ یہ تمثیل دراصل انسان کے علم اور اُس کی بصیرت کا بیان ہے اور نہایت خوب ہے۔

افلاطون کی تمثیل۔

"اور اب میں نے کہا۔ مجھے ایک مثال میں دکھانے دو کہ ہماری فطرت کس قدر روشن ہے۔ یا کس قدر غیر روشن ہے۔ دیکھو۔ انسان ایک زیرِ زمین غار میں رہ رہے ہیں۔ جس کا منہ روشنی کی جانب ہے۔ اور غار کے سرے سے سرے تک ہے۔ یہاں وہ اپنے بچپن سے رہ رہے ہیں۔ اور اُن کی ٹانگیں اور گردنیں زنجیروں سے جکڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح کہ وہ ہل نہیں سکتے۔ اور صرف اپنے سامنے دیکھ سکتے

ہیں۔ زنجیریں ان کے سروں کو ڑنے سے روک رہی ہیں۔ اوپر اور ان کی پیٹ کی جانب کچھ فاصلے پر ایک آگ جل رہی ہے اور اس آگ اور ان قیدیوں کے درمیان اوپر اٹھی ہوئی راہ ہے۔ اور آپ کو نظر آئے گی۔ اگر آپ دیکھیں کہ راہ کے ساتھ ساتھ ایک نیچے دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس سیکرین کی طرح جو پیتلیوں کا تماشا کرنے والوں کے سامنے ہوتی ہے۔ جس کے اوپر وہ پتلیوں کا تماشہ دکھاتے ہیں۔

(افلاطون)

قران حکیم کی تمثیل کا منظری حصہ۔

انا جعلنا فی اعناقهم اغللا فهی الی الازقان فهم مقمحون۔و جعلنا من بین ایدیهم سدا و من خلفهم سدا فاغشینهم فهم لا یبصرون۔

(لیس۔ ۸۔۹)

اب ایک بار پھر یہ دونوں تمثیلیں پڑھ لیں۔ اور دیکھیں۔ کہ ان میں کیا کچھ فرق ہے۔ اگر کچھ فرق نہیں۔ تو آگے چلئے۔ قران حکیم کی پوری تمثیل مندرجہ ذیل ہے۔ غور سے پڑھیے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یس۔ والقران الحکیم۔ انک لمن المرسلین۔ علی صراط مستقیم ۔ تنزیل العزیز الرحیم۔ لتنذر قوما ما انذر آباؤهم فهم غفلون۔ لقد حق القول علی اکثرهم فهم لا یومنون۔ انا جعلنا فی اعناقهم اغللا فهی الی لاذقان فهم مقمحون۔ و جعلنا من

Marfat.com

بین ایدیهم سدا و من خلفهم سدا فاغشینهم فهم لا یبصرون۔ و سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون۔ انما تنذر من اتبع الذکر و خشی الرحمن بالغیب فبشره بمغفرة و اجر کریم۔ انا نحن نحی الموتی و نکتب ما قدموا و اثارهم و کل شی ء احصینه فی امام مبین۔

یٰس۔

قسم ہے اُس حکمت والے قران کی۔

تو (اے نبی) تحقیق ہے بھیجے ہوئے (رسولوں) سے

اوپر سیدھی راہ کے

اتارا (قران) زبردست رحم والے نے

تاکہ تو ڈرائے ایک قوم کو

جن کے باپ دادا کو ڈر (اللہ کے دین کا)

سنایا نہیں گیا

سو ان کو خبر نہیں۔

ثابت ہو چکی ہے بات اُن میں بہتوں پر

سو وہ نہ مانیں گے

ہم نے ڈالے ہیں اُن کی گردنوں میں طوق

سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک

Marfat.com

پھر اُن کے سر اوپر ہو رہے ہیں
اور بنائی ہم نے اُن کے آگے دیوار
اور پیچھے دیوار
پھر اوپر سے ڈھانک دیا اُن کو
سو ان کو کچھ نہیں سوجھتا
اور برابر ہے
اُن کو ڈرائے یا نہ ڈرائے
یقین نہیں کریں گے
تو تو ڈر سنائے اس کو
جو چلے سمجھانے پر
اور ڈرے رحمان سے بن دیکھے
سو اس کو خوشخبری دے معافی کی
اور عزت کے ثواب کی
ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں مردوں کو
اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے
اور جو نشان ان کے پیچھے رہے
اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے
ایک کھلی اصل میں"

(لیسٓ ۱ تا ۱۲)

افلاطون کہتا ہے:-

" دیکھو! انسان ایک زیر زمین غار میں رہ رہے ہیں۔ جس کا منہ روشنی کی جانب کھُلا ہے۔ اور غار کے سرے سے سرے تک ہے۔ یہاں وہ اپنے بچپن سے رہتے ہیں"۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

"تاکہ تو (اے محمد) ڈرائے ایک قوم کو۔ جن کے باپ دادوں کو ڈر (دین کا) نہیں سنایا گیا۔ سو وہ بے خبر ہیں۔ اُن میں بہتوں پر بات ثابت ہو چکی ہے۔ سو وہ نہ مانیں گے"

(اور اس بات کے مقابلے میں کہ وہ نہیں مانیں گے۔ نیچے افلاطون کا قول پڑھیے)

افلاطون کہتا ہے:-

" اور ان کی ٹانگیں اور گردنیں زنجیروں سے جکڑی ہیں۔ اور اس لئے وہ ہل نہیں سکتے۔ اور صرف سامنے دیکھ سکتے ہیں۔ زنجیروں کی وجہ سے ان کے سر پیچھے مڑنے سے رک رہے ہیں"

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

" ہم نے ڈالے ہیں اُن کی گردنوں میں طوق۔ سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک۔ پھر ان کے سر اوپر ہو رہے ہیں"

Marfat.com

افلاطون کہتا ہے:۔

" اُن کے اوپر اور پیچھے کی طرف کچھ فاصلے پر آگ جل رہی ہے۔ اور آگ اور قیدیوں کے درمیان ایک اٹھی ہوئی راہ ہے۔ اور تمھیں نظر آئے گی۔ اگر آپ دیکھیں۔ ایک نیچی دیوار جو بنی ہوئی ہے اس راہ کے ساتھ ساتھ اس سکرین کی طرح جو پتلیوں کا تماشا دلانے والوں کے آگے ہوتی ہے۔ جس کے اوپر وہ پتلیوں کا تماشا دکھاتے ہیں" .

قرآن حکیم کا ارشادہ ہے:۔

" اور بنائی ہم نے ان کے آگے دیوار۔ اور پیچھے دیوار۔ پھر اوپر سے ڈھانک دیا ان کو۔ سو ان کو کچھ نہیں سوجھتا"

افلاطون :۔

" میں نے کہا۔ اُن کے لئے حقیقت عکسوں کے سایوں کے سوائے کچھ نہیں ہو گی"۔

قرآن حکیم :۔

" اور برابر ہے اُن کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے ۔ یقین نہیں کریں گے تو تو ڈر سنائے اس کو جو چلے سمجھانے پر اور ڈرے رحمن سے بن دیکھے

اب آپ اندازہ لگائیں کہ قران حکیم کا یہ ایک معجزہ دنیا میں تہلکہ مچا سکتا ہے۔ واقعی یہ عجیب و غریب چیز ہے۔ عجیب اور حیرتناک اور اب افلاطون کی تمثیل

Marfat.com

اور قرآن حکیم کی تمثیل کی حقیقت سنئے۔ اور مشابہت پڑھنے کے بعد اب اختلاف پڑھیے:۔

افلاطون نے انسانیت کی ذہنی اہلیت کا جائزہ لیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ انسان کہاں تک اور کس انداز سے حقائق اور حقیقت کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے انسان کی ایمان لانے کی اہلیت کو پرکھا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ان میں سے متکبر ایمان لانے کی اہلیت سے محروم ہیں۔ مگر ایمان لانے ہی کو حقیقت کی اصلی آگہی سے تعبیر کیا ہے۔ نیز بتا دیا ہے کہ علمی قابلیت کو ایمان لانے میں بہت کم دخل ہے۔ جنہوں نے ماننا ہوتا ہے وہ بن دیکھے مانتے ہیں البتہ شیطان کے چنگل میں نہ پھنسنے والے کم ہیں۔

افلاطون کی زنجیریں ذہنی اور علمی لحاظ سے انسان کی کمزوریاں ہیں۔ مگر قرآن حکیم کی زنجیریں جہالت کے علاوہ غرور اور تکبر کی نشان دہی بھی کرتی ہیں۔

افلاطون نے اپنی تمثیل میں کسی استثناء کے بغیر ساری انسانیت کو اپنے تجربے میں شامل کیا ہے۔ مگر قرآن حکیم نے استثناء برتا ہے۔ یعنی کچھ لوگ ایمان لانے کی اہلیت سے عاری دکھائے ہیں۔ تو کچھ ایسے بھی دکھائے ہیں۔ جو ایمان لانے کی صفت سے متصف ہیں۔

اب خدارا انصاف کیجیئے۔ کہ کیاقرآن حکیم جیسی کتاب کسی انسان کے لکھنے کی بس کی بات ہے۔ کوئی بھی انسان افلاطون یا ارسطو سے بہتر کیا لکھے گا۔ مگر افلاطون

Marfat.com

اور ارسطو اگر قرآن حکیم کو ایک بار پڑھ پاتے تو اپنی ساری وہ یگانہ روزگار تحریریں دریا برد کر دیتے۔ آپ اگر اپنے ذہن میں قرآن حکیم کے متعلق وساوس محسوس کرتے ہیں۔ تو قرآن حکیم کو اس انداز سے پڑھنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ روشنی ہو جائے گی۔ اگر مغرب کے مستشرق قرآن حکیم کے گنجلک ہونے کی شکائت کرتے ہیں۔ تو دراصل انہیں قرآن حکیم سے بہت دور کی نسبت ہے۔ اور ہم مسلمانوں نے خود قرآن حکیم کو پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا چھوڑ دیا ہوا ہے۔ ہم انہیں کیا سمجھائیں گے۔ مغرب کے لوگ قرآن حکیم کو صرف اسی طور سے سمجھیں گے کہ اُن کی زبان میں اُن کے فہم کے مطابق اور اُن کے انداز کو سمجھتے ہوئے بات کیجئے۔ یاد رکھئے۔ جتنی آج دنیا کو قرآن حکیم کی روشنی کی ضرورت ہے۔ اتنی کبھی نہ تھی۔ اور جتنی حسرت آج ہے۔ اتنی کبھی نہ تھی۔ اور مسلمان اس بارے میں غافل ہیں۔ ان پر سخت پکڑ ہو گی۔ قرآن حکیم کا سمجھنا اور سمجھانا اُن پر فرض ہو چکا ہے۔ اور آخر میں وہ سائنس دان حضرات سن لیں۔ جو اس قسم کا فلسفہ سائنس کی بنیادوں پر پیش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا ہے وہ نہ تو انسانیت کی کچھ خدمت کر رہے ہیں۔ اور نہ ہی اس سائنس کی جس پر ان کا ایمان ہے۔ وہ سائنس اور انسانیت دونوں کو غارت کر کے ساتھ خود بھی غارت ہو جائیں گے۔ میں ان کا دوست ہوں۔ میری بات سنیں۔

اختتام بالخیر

Marfat.com

فلسفہ تخلیقِ کائنات
علامہ محمد یوسف جبریل
oqasa publications
جبریل مین بازار نواب آباد واہ کینٹ ضلع
راولپنڈی